وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

!اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے، سمجھے

جلد 9	شمارہ 03	جمادی الاوّل 1436ھ	مارچ 2015ء

ISSN 2305-6231

ماھنامہ

حکمتِ بالغہ

جھنگ

مدیر مسئول : انجینئر مختار فاروقی

مشاورت

ڈاکٹر محمد سعد صدیقی

حافظ مختار احمد گوندل

پروفیسر خلیل الرحمٰن

محمد فیاض عادل فاروقی

مدیر معاون و نگران طباعت: مفتی عطاء الرحمٰن

تزئین و گرافکس: جواد عمر

قانونی مشاورت:

محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ، چودھری خالد اشیر ایڈووکیٹ

ترسیل زر بنام: انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ

اہل ثروت حضرات کے لیے تاحیات زر تعاون سترہ ہزار روپے یکمشت

سالانہ زر تعاون: اندرونِ ملک 400 روپے، قیمت فی شمارہ 40 روپے

قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر پاکستان پوسٹ کوڈ 35200

047-7630861-7630863

ای میل: hikmatbaalgha@yahoo.com

ویب سائٹ: www.hikmatbaalgha.com

www.hamditabligh.net

پبلشر: انجینئر مختار فاروقی طابع: محمد فیاض مطبع: سلطان باہو پریس، فوارہ چوک، جھنگ صدر

اَلْكَلِمَةُ الْحِكْمَةُ ضَآلَّةُ الْمُؤْمِنِ فَحَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ اَحَقُّ بِهَا (ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ متاع ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا زیادہ حق دار ہے

مشمولات

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	سورۃ الانشقاق	3
2	بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	6
4	یہودی خاکوں کی تہہ میں چھپے حقائق	عبدالرشید ارشد	9
5	اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے گھر آئیں تو......	عائشہ شاہد	13
6	اپریل فول اور شریعت مطہرہ	ڈاکٹر محمد طاہر القادری	15
7	عالمی رہنماؤں کے نام خصوصی مراسلہ	پروفیسر خورشید احمد سعیدی	21
8	تحقیقی مقالہ کیسے لکھیں (3)	سیّد خالد جامعی	39
9	جدید اسلامی سکولوں میں ہم بچوں کو کیا پڑھا رہے ہیں (3)	عبدالرزاق ظفر	44
10	اہلسنّت ٹکڑے ٹکڑے	پروفیسر عون محمد سعیدی	53
11	اہل علم کے تاثرات		57

ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 6 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں (ادارہ)

قرآن مجید

کے ساتھ

چند لمحات

سورۃ الانشقاق (84) ، آیات 25 ، رکوع 1

سورۃ الانشقاق میں قیامت کے دن کا اثبات ہے اور بتایا گیا ہے کہ انسان (تسلیم کرے یا نہ کرے) بہر حال اُس منزل کی طرف کشاں کشاں جارہا جہاں اس کو اپنے رب کے سامنے پیش ہونا ہے اور اپنی تمام محنت و مشقت کا صلہ پانا ہے۔ پھر وہاں سب انسان دو گروہوں میں تقسیم ہو جائیں گے: ایک وہ جن کو نامہ اعمال سیدھے ہاتھ میں دیا جائے گا، ایسے لوگوں سے آسان حساب لیا جائے گا اور وہ (ابدی کامیابی کی بشارت لے کر) خوشی خوشی اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ جائیں گے۔ دوسرے وہ جن کو نامہ اعمال ان کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا، ایسے لوگوں کا انجام بہت بُرا ہوگا، یہ موت کو پکاریں گے (کیونکہ اس انجامِ بد سے چھٹکارے کی کوئی صورت نظر نہیں آئے گی سوائے موت کے) لیکن انہیں موت بھی نہیں آئے گی اور بھڑکتی آگ میں پڑے رہیں گے؛ یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے دنیا ہی کو اپنی منزلِ مقصود سمجھ لیا تھا اور اپنے گھر بار میں مگن رہے اور سمجھتے رہے کہ دوبارہ زندہ نہیں ہونا۔۔۔ کیوں نہیں! پروردگار تو سب کچھ دیکھ رہا تھا اور کوئی وجہ نہیں تھی کہ وہ اس حساب کتاب سے چھوٹ جاتے۔ یہ حساب کتاب یقینی ہے اور اس کے وقوع پر سورج، چاند، رات اور دن کا یہ سارا نظام شاہد ہے۔ تعجب ہے ان لوگوں پر جو اس پر ایمان نہیں لاتے اور جب قرآن مجید ان کو ایسی عظیم حقیقت سے آگاہ کرتا ہے تو سر نہیں جھکاتے، اُلٹا تکذیب کرتے ہیں۔ سورت کے آخر میں ایسے منکرین کے لیے دردناک عذاب کی وعید ہے اور اہل ایمان کو بے حساب اجر کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡ ۙ

جب آسمان پھٹ جائے گا

وَ اَذِنَتۡ لِرَبِّہَا وَ حُقَّتۡ ۙ

اور اپنے پروردگار کا فرمان بجالائے گا اور اسے واجب بھی یہی ہے

وَ اِذَا الۡاَرۡضُ مُدَّتۡ ۙ وَ اَلۡقَتۡ مَا فِیۡہَا وَ تَخَلَّتۡ ۙ

اور جب زمین ہموار کر دی جائے گی اور جو کچھ اس میں ہے

اسے نکال کر باہر ڈال دے گی اور (بالکل) خالی ہو جائے گی

وَ اَذِنَتۡ لِرَبِّہَا وَ حُقَّتۡ ؕ

اور اپنے پروردگار کے ارشاد کی تعمیل کرے گی اور اس کو لازم بھی یہی ہے

(تو قیامت قائم ہو جائے گی)

یٰۤاَیُّہَا الۡاِنۡسَانُ اِنَّکَ کَادِحٌ اِلٰی رَبِّکَ کَدۡحًا فَمُلٰقِیۡہِ ۚ

اے انسان! تو اپنے پروردگار کی طرف (پہنچنے میں)

خوب کوشش کرتا ہے سو اس سے جا ملے گا

فَاَمَّا مَنۡ اُوۡتِیَ کِتٰبَہٗ بِیَمِیۡنِہٖ ۙ

تو جس کا نامہ (اعمال) اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا

فَسَوۡفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیۡرًا ۙ

اس سے حساب آسان لیا جائے گا

وَّ یَنۡقَلِبُ اِلٰۤی اَہۡلِہٖ مَسۡرُوۡرًا ؕ

اور وہ اپنے گھر والوں میں خوش خوش آئے گا

صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَظِیۡم

بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات

1

أَحْبِبْ حَبِيْبَكَ هَوْنًا مَّا عَسٰى أَنْ يَكُونَ
بَغِيْضَكَ يَوْمًا مَّا و أَبْغِضْ بَغِيْضَكَ هَوْنًا
مَّا عَسٰى أنْ يَكُونَ حَبِيبَكَ يَوْماً مَّا

(ترمذی،عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ)

تم جس سے محبت کرو اس سے کم محبت کرو، ہوسکتا ہے کبھی تمہیں اس سے نفرت ہوجائے اور تم جس سے نفرت کرو اس سے کم نفرت کرو، ہوسکتا ہے وہ کبھی تمہارا محبوب ہوجائے

2

أَحَبُّ عِبَادِ اللّٰه اِلَى اللّٰه أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا

(طبرانی،عن اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ)

اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں میں سے سب سے زیادہ محبوب وہ ہیں جن کے اَخلاق سب سے اچھے ہیں

الجَامِعُ الصَّغِيُر فی احادیث البشیروالنذیر ، للامام جلال الدین السیوطی رحمہ اللّٰہ

انصاف کی فراہمی
اور
اس راستے کی رکاوٹیں

انجینئر مختار فاروقی

01۔ تاریخ انسانی میں اقتدار اور حکومت کا مقصد وحید ایک قابل و اہل طبقہ کو مناسب وسائل و دیگر مالی اور معاشی بھاگ دوڑ سے آزاد کر کے با اختیار بنانا ہے تا کہ وہ اس علاقے یا ملک میں عوام کو انصاف فراہم کر سکیں اور عوامی حقوق کا تحفظ کر سکیں۔ افسوس کہ تاریخ گواہ ہے کہ ماسوائے قلیل ادوار اور معدودے چند حکمرانوں کے مقتدر طبقہ اور حکومتیں اس فرض کو ادا کرنے میں ناکام رہی ہیں۔ یونانی، رومی، ایرانی اور چینی سلطنتیں عوام کو انصاف فراہم کرنے کی بجائے حکمرانوں کے تحفظ اور ان کے لیے محلات اور آسائشیں فراہم کرنے کا دوسرا نام تھا۔ بظاہر کوششیں ہوئیں اور عدالتیں بنائی گئیں تو اکثر و بیشتر اپنے من پسند اور منظور نظر افراد کو نوازنے کا ذریعہ بن گئیں۔

عصر حاضر میں حکومت (انتظامیہ)، مقنّنہ اور عدلیہ کے ادارے تو موجود ہیں اور ان کے لیے بے تحاشا وسائل اور شاندار عمارات بھی ہیں مگر انصاف کی فراہمی ممکن نہیں ہے۔

روزنامہ ایکسپریس مؤرّخہ 21 فروری 2015ء کی ایک خبر کی سرخی یہ ہے:

عوام کو تحفظ دینے کا موجودہ نظام ناکام ہو چکا: سپریم کورٹ

اس خبر کی تفصیلات میں 23 سال پرانے ایک کیس کی ابتدائی سماعت کے دوران حکومت کے تفتیشی اداروں کی کارکردگی سوالیہ نشان ہے۔ کیا انصاف اس طرح فراہم ہو سکتا ہے۔

02۔ ہمارے ملک میں 1947ء سے 2007ء تک کی تاریخ انصاف کی فراہمی کو مسدود کرنے کی تاریخ ہے اور گراف مسلسل خرابی کی طرف نیچے ہی گیا ہے۔ 2007ء میں انصاف کا خون اس طرح کیا گیا کہ اس وقت کے چیف جسٹس عزت مآب جناب افتخار محمد چودھری صاحب کو وقت کے ایک خود ساختہ منتظم نے ذاتی ناراضگی پر برطرف کر دیا۔ جس پر ملکی تاریخ (بلکہ عالمی تاریخ) کا سنہرا باب لکھا گیا کہ وکلا، عوام اور انصاف پسند طبقات کی مسلسل کوششوں سے 2009ء میں چیف جسٹس صاحب بحال ہو گئے۔ خوشیاں منائی گئیں اور عدل و انصاف اور قانون کی فتح کا نعرہ لگایا گیا۔ انصاف کی فراہمی کے لیے عدالتی عملہ سے حلف نامے لیے گئے اور 2009ء کو انصاف کی فراہمی کا سال قرار دیا گیا۔

03۔ افسوس کہ 2009ء بھی گزر گیا NRO کیس میں بہت اچھا فیصلہ آیا مگر آج تک اس پر عمل درآمد نہیں ہو سکا۔ اس لیے کہ حکمران یہ نہیں چاہتے۔ 2009ء اور اب 2014ء ہے حالات سب کے سامنے ہیں اور اخبارات کی سرخیاں اور خبریں صاف بتاتی ہیں کہ انصاف کی فراہمی کی صورت حال، تفتیشی پیش رفت، ملزموں کی گرفتاری اور سزاؤں کا معاملہ نہایت ابتر ہے۔ سپریم کورٹ کے ایک جج کے ریمارکس پر مبنی درج بالا خبر بھی اسی بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ پورے نظام میں ایک خرابی نہیں بے شمار خرابیاں ہیں۔

04۔ حکمت بالغہ کے شمارہ جولائی 2009ء میں اس ضمن میں ''انصاف کی فراہمی'' کے موضوع پر ایک تحریر شائع ہوئی تھی جس میں انصاف کی مؤثر فراہمی کے لئے عدلیہ کے علاوہ دیگر طبقات یعنی وکلاء، پولیس، مقدمے کے فریقین (مدعی، مدعا علیہ) کی اصلاح احوال پر روشنی ڈالی گئی تھی اور حکومتی سطح پر انصاف کی فراہمی کی اہمیت اجاگر کرنے کے لیے میڈیا، مساجد، سیاسی رہنماؤں، سکولوں اور کالجوں کے طلباء کے علاوہ سرکاری اہل کاروں کی ذہن سازی کے ساتھ ساتھ ہر ایک کو اپنی اپنی ذمہ داری ادا کرنے کی تجاویز دی گئی تھیں اور مزید برآں یہ بات عرض کی گئی تھی کہ

> ''سب سے آخر میں اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ انصاف کی فراہمی کے لئے اوپر درج کردہ جتنے طبقات کی اصلاح کا ہم نے تذکرہ کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک اور بات بھی بڑی اہم ہے۔ اہل نظر کے نزدیک تو وہ بھی روزِ روشن کی طرح واضح ہے تاہم

چند ماہ کی بات ہے۔ ذی شعور اور مخلص افراد پر بھی یہ بات واضح ہو جائے گی اور مجھے یقین ہے کہ ہم اجتماعی سطح پر جتنی مخلصانہ کوشش کریں گے اس درجہ میں زیادہ شدت کے ساتھ یہ بات ظاہر ہو گی کہ ـــــ انصاف کی فراہمی کے لئے 'موجودہ قانون' اور اس کے نفاذ کے طریقے (LAW & JUDICIAL PROCEDURES) سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

ہم ہر چیز کی اصلاح کر لیں اگر ہمارے ملک کا قانون اور عدالتی طریق کار ہی ایسے ہیں جو انصاف کو قتل کر رہے ہیں تو پھر انصاف کہاں سے برآمد ہو جائے گا۔ ہمارے ملک کا موجودہ قانون بنیادی طور پر آج سے ڈیڑھ صدی قبل 1860ء میں مغربی استعمار کے نمائندوں نے باغی محکوموں کو جبراً قابو کرنے کے لئے بنایا تھا اور ہمارے لئے ان کا قانون (برطانوی اور یورپی مقبوضات) اور تھا اور خود ان کے اپنے ممالک میں قانون اور تھا۔ اگرچہ دونوں جگہ قانون بنیادی طور پر رومی قانون (ROMAN LAW) اینگلو سیکسن لا (ANGLO SEXAN LAW) ہی تھا جو اپنی سرشت کے اعتبار سے ظالمانہ بلکہ بہیمانہ اور سفاکانہ ہے اور اپنے ''اصل'' کے لحاظ سے خدا ناشناس بلکہ خدا بیزار تھا۔''

05۔ کاش کہ ہمارے مقتدر طبقات اور حکمران اپنے مقصد وجود کو پہچانیں اور ملک میں آسمانی ہدایت کا دیا ہوا قانون یعنی قرآن و سنت کی بنیاد پر عوام کی اکثریت کا نقطۂ نظر فقہ حنفی نافذ کر دیں اور اس کو حرفِ آخر نہ سمجھا جائے بلکہ شریعت کورٹ اور شریعت اپیلٹ بنچ میں اہل علم جس قانون کو چاہیں چیلنج کر کے اس کی اصلاح کی کوشش کریں اور یوں تھوڑے عرصے میں قانون ملک کے تمام طبقات کی خواہشات اور علماء کی توقعات کے مطابق ڈھالا جا سکتا ہے۔

حالات اس قدر نازک (CRUCIAL) ہیں کہ اب انصاف کی فراہمی کے لیے اقدامات نہ کئے گئے تو چند ماہ قبل کے دھرنے اور اسلام آباد پر قبضہ کے رجحانات عوام کو سڑکوں پر لا سکتے ہیں جس سے خون خرابہ اور خانہ جنگی کی نوبت آ سکتی ہے اور سب سے خوفناک بات یہ ہے کہ دشمن ان حالات کو اپنے حق میں استعمال کر کے پاکستان اور نظریۂ پاکستان کو زبردست نقصان پہنچا سکتا ہے۔ جس کے امکان کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

06۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ (یہ ملک ہمیں اسی نے عطا فرمایا تھا اور درحقیقت وہی اس کی حفاظت کرنے والا ہے) وہی ایسے اسباب پیدا فرما دے کہ یہ ملک پون صدی کی مغربی نظریات کی بے ہودہ نقالی کی دلدل سے نکل کر اپنے اساسی نظریہ اور علامہ اقبال کے افکار کی روشنی سے منور ہو سکے اور تمام شہریوں کو (بلا لحاظ مسلک و مذہب) ایک عوامی اسلامی فلاحی جمہوری ریاست کا روح پرور سایۂ رحمت نصیب ہو سکے۔ آمین

فِی مَدحِ النَّبِیّ صلی اللہ علیہ وسلم

زمیں کہکشاں تا لا مکاں
بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ
ہمہ نور کرد ایں خاکداں
کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
خُلقش ہمے قرآن گشت
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ
با رب چوں باشی ہم زباں
صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ آلِہٖ

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار پر تضمین

یہودی خاکوں کی تہہ میں چھپے حقائق

عبد الرشید ارشد

آج گلوبل ویلج کی مسلم آبادی پیرس کے اخبار میں نبی اکرم ﷺ کے توہین آمیز خاکوں کی اشاعت پر سراپا احتجاج ہے۔ چند غیرت مند نوجوان اخبار کے دفتر میں گھس گئے اور عملے کے چند اَرکان کو انہوں نے قتل کر دیا، کچھ زخمی ہوئے۔ جس طرح ایک کوّا مر جائے تو اردگرد سے کائیں کائیں کرتے سینکڑوں کوّے جمع ہو جاتے ہیں بعینہٖ اسی طرح چند شر پسند یہودیوں کو خاکے شائع کرنے کی سزا ملی تو یورپی برادری سے 40 سربراہان اور بقول مغربی میڈیا ملین عوام نے پیرس کی سڑکوں پر ان شر پسندوں اور ان کے پشتیبانوں سے اظہار یکجہتی کیا۔ پنجابی کی ضرب المثل ہے ''چوراور چتر'' یعنی چوری بھی سینہ زوری بھی۔

شاطر یہودی بلاوجہ ایسی حرکتیں نہیں کرتے۔ اُن کے ہر کام کی تہ میں ایک عظیم مقصد ہوتا ہے۔ اس مقصد کی منصوبہ بندی انہوں نے برسوں پہلے پروٹوکولز کی صورت میں کی تھی۔ ملاحظہ فرمایئے:

''پہلی صف میں سرکاری سرپرستی میں چھپنے والے جرائد و رسائل ہوں گے جو ہمیں تحفظ دیں گے مگر عوام میں ان کا اثر و نفوذ کم ہوگا۔''

''دوسری صف میں نیم سرکاری رسائل و جرائد ہوں گے جو شش و پنج میں مبتلا لوگوں میں جگہ پاتے ہیں''

’’رہا معاملہ تیسری صف کا تو یہاں ہم خود مخالفین پیدا کریں گے جو ہم پر تنقید کے تیر برسائیں گے۔کم ازکم ایک تو ایسا ہو گا جو بڑی جارحیت سے تیز و تند حملے کرے اور ہمارے خلاف نقطۂ نظر پیش کرے۔ یوں ہمارے ازلی دشمن دل و جان سے انہیں اپنے جرائد ورسائل سمجھیں گے اوران کے ذریعے ہم اپنے دشمن شناخت کرلیں گے۔‘‘(PROTOCOLS:12-9,10,11)

دشمن کی نشاندہی ہو جائے تو اس کے خلاف انتقامی کارروائی سہل ہو جاتی ہے۔ بالعموم سمجھا یہ جاتا تھا کہ فلسطینی ریاست کے سبب یہود کے اصل دشمن عرب ہیں مگر یہود کا نقطۂ نظر اس عمومی سوچ سے قطعاً مختلف تھا اور وہ یوں کہ دنیا کے نقشے پر نظریاتی ریاست پاکستان 1947ء میں معرضِ وجود میں آئی تو دوسری نظریاتی ریاست اسرائیل 1948ء میں عالمی سازش سے قائم ہوئی باقی ممالک نظریاتی بنیادوں پر معرضِ وجود میں نہ آئے تھے چنانچہ نظریات کے تصادم نے دشمن نمبر 1، اسلامی جمہوریہ پاکستان کو بنا دیا اور کچھ اس لئے بھی کہ اہل پاکستان عربوں سے محبت کرتے ہیں۔اسی محبت کا نتیجہ تھا کہ 1967ء کی عرب اسرائیل جنگ میں پاکستانی قوم تڑپ اٹھی تھی اور مدد کے لئے لپکی بھی تھی یوں اسرائیل کو دشمن نمبر 1 تک پہنچنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔ سزا کی منصوبہ بندی ملاحظہ فرمایئے:

’’عالمی یہودی تحریک (WORLD ZIONIST MOVEMENT) کو اپنے لئے پاکستان سے خطرے کو نظرانداز نہیں کرنا چاہئے اور پاکستان اس کا پہلا ہدف ہونا چاہئے کیونکہ یہ نظریاتی ریاست یہودیوں کی بقا کے لئے سخت خطرہ ہے اور یہ کہ سارا پاکستان عربوں سے محبت کرتا ہے اور یہودیوں سے اسے نفرت ہے۔لہٰذا عالمی یہودی تحریک کو پاکستان کے خلاف فوری اقدام کرنا چاہئے۔

بھارت پاکستان کا ہمسایہ ملک ہے جس کی ہندو آبادی پاکستان کے مسلمانوں کی ازلی دشمن ہے۔ بھارت کے ہندو کی اس مسلم دشمنی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بھارت کو استعمال کرکے پاکستان کے خلاف کام کا آغاز کرنا چاہئے۔ہمیں اس دشمنی کی خلیج کو وسیع سے وسیع تر کرتے رہنا چاہئے۔یوں پاکستان پر کاری ضرب لگا

کر ہمیں اپنے خفیہ منصوبہ کی تکمیل کرنا ہے تاکہ صہیونیت کے یہ دشمن ہمیشہ کے لئے نابود ہوں‘‘ (اسرائیل بن گوریان (وزیر اعظم) بحوالہ جیوش کرانیکل 19 اگست 1967)

’’پاکستان کی فوج اپنے پیغمبر کے لئے بے پناہ محبت رکھتی ہے اور یہی وہ رشتہ ہے جو عربوں سے ان کے تعلق کو اٹوٹ بناتا ہے اور یہی محبت، وسعت طلب عالمی صہیونی تحریک اور مضبوط اسرائیل کے لئے شدید خطرہ ہے۔ لہٰذا یہود کے لئے یہ انتہائی اہم مشن ہے کہ ہر صورت میں اور ہر حال میں پاکستانی فوج کے دلوں سے ان کے پیغمبر کی محبت کو کھرچ دے‘‘ (امریکی نژاد یہودی پروفیسر برٹز کی تجزیاتی رپورٹ صفحہ 245)

یہ ہے وہ بغض و عناد جو وسعت طلبی میں نظریاتی پاکستان کی عربوں اور ان کے پیغمبر ﷺ سے محبت کے سبب کسی لمحہ انہیں چین نہیں لینے دیتا۔ انتقام کی آگ میں جلتا کبھی بھارت کے راستے پاکستان کو زچ کرتا ہے تو کبھی افغانستان پر امریکی یلغار کا راستہ صاف کرنے کی خاطر، امریکی حکومت اور عوام کو مشتعل کر کے اپنے مقاصد کی تکمیل کی خاطر ورلڈ ٹریڈ سنٹر کو تباہ کرتا ہے تو کبھی بھارت میں اشتعال کے لئے تاج اور اوبرائے ہوٹلوں پر منظّم دہشت گردی کرواتے پاکستان کے بھلے لوگوں کو قطعاً بے بنیاد الزامات لگا کر ملوث کرواتا ہے۔ بعد میں خود بھارت ہی سے آواز اٹھتی ہے کہ یہ محض بھارتی ڈرامہ تھا۔

نبی مکرم ﷺ کے توہین آمیز خاکوں کی کئی سال سے وقفہ وقفہ بعد اشاعت کی تہہ میں بھی وہی مقصد پنہاں ہے جو ورلڈ ٹریڈ سنٹر کو تباہ کرنے میں مضمر تھا اور وہ یہ ہے مسلمانوں کو مشتعل کیا جائے ایسی جنگ کی صورت پیدا کی جائے جو تیسری عالمگیر جنگ میں تبدیل ہو جس کا خواب وہ (یہود) برسوں سے دیکھتے آرہے ہیں اور بقول اُن کے جس کے بعد ان کی عالمی بادشاہت کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوگا۔

’’اسرائیلی وزیر اعظم ایریل شیرون نے عربوں کے خلاف صد سالہ جنگ قرار دیا ہے اور اسے بھرپور طریقے سے لڑنے کا اعلان کیا ہے۔ وہ صد سالہ جنگ جو پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے سکتی ہے۔ وہ جنگ کہ جس کے خلاف خود امریکہ کے اندر سے آوازیں اٹھ رہی ہیں مگر انہیں سننے والا کوئی نہیں ہے وہ جنگ جو روئے زمین پر

آخری جنگ ہوسکتی ہے۔'' (CNN JOURNALIST, ROBERT NOVAK, NAWA-I-WAQAT 24-08-02)

''امریکہ کی سیاسی پالیسی کے ترجمان میگزین NATIONAL REVIEW کے مضمون نگار رچرڈ لوری نے امریکی حکومت کومشورہ دیا ہے کہ اگر مکہ مکرمہ پر ایٹمی حملہ کیا جائے تو یہ مسلمانوں کے لیے ایک قوی اشارہ ہوگا...... مکہ مکرمہ فطری طور پر سرکش اور انتہا پسند ہے مکہ مکرمہ پر حملے سے مسلمانوں کو امریکہ مخالف خیالات ذہن سے نکالنے کا اشارہ ملے گا۔'' (آخری صلیبی جنگ صفحہ 138)

''وہ تیسری عالمگیر جنگ کا خمیر ابلیسی ایجنٹ سیاسی صہیونیت (اسرائیل) اور مسلم حکمرانوں کے مابین اختلافات کی خلیج کو حائل اور وسیع کر کے اٹھائیں گے۔ یہ جنگ اس منصوبہ بندی سے لڑوائی جائے گی کہ اسلام اور مسلمان اور اسرائیل اپنا وجود ختم کرلیں گے......'' ("PAWNS IN GAME" XV,W.G)

یہود اور ان کے مخصوص مہروں (سیاسی ضمیر فروش ایجنٹوں) کے ذریعے تیسری عالمی جنگ کو، جسے نبی مکرم ﷺ نے ''الملحمة الکبریٰ'' فرمایا ہے، برپا کرانے کے لئے ہر بہانہ سامنے لارہے اور اس کے راستے کی رکاوٹ صرف اور صرف مسلم حکمرانوں کا عدمِ اتحاد اور دینی غیرت وحمیت کا فقدان ہے جسے موجودہ دور میں تحمل و بردباری کا نام دیا جاتا ہے۔ اس کے باوجود یہ عظیم تباہی والی جنگ ہوکر رہے گی۔

ایک نومسلم انگریز شاعرہ کی نظم کا مرکزی مضمون

دل پہ ہاتھ رکھ کر سوچیے

اگر محمد ﷺ آپ کے گھر آئیں تو......

تہذیب مغرب کی چکا چوند سے متاثر ہم وطنوں کو کچھ سوچنے پر ابھارتا نثر پارہ

عائشہ شاھد (بشکریہ: اردو ڈائجسٹ فروری 2015ء)

اگر ایک یا دو دن کے لئے
خلافِ توقع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے گھر آئیں،
تو آپ کیا کریں گے؟
آپ اپنا بہترین کمرا اتنے معزز مہمان کے
لئے تیار کریں گے
بہترین، عمدہ اور لذیذ پکوان بنائیں گے
اور ان کو یقین دلائیں گے
کہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد
آپ کے لئے کس قدر
باعث مسرت ہے
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت ایسی
خوشی ہے
جس کا مقابلہ دنیا کی کوئی اور خوشی نہیں کرسکتی
لیکن............
جب نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے گھر آئیں گے
تو......
آپ جھٹ سے دروازہ کھول کر ان کا والہانہ
استقبال کریں گے
یا......
پہلے اپنا مناسب لباس پہنیں گے
اپنے رسالے، میگزین سنبھالیں گے
قرآن کو طاق میں سجائیں گے
اپنا ٹی وی سیٹ بند کریں گے کہ
کہیں آلات موسیقی کی آواز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی
سمع خراشی کا سبب نہ بنے
کیا آپ ان دو دنوں میں اپنی وہی سرگرمیاں جاری
رکھیں گے
جو آپ کا معمول ہیں
کیا آپ کی باہمی گفتگو
ان دو دنوں میں وہی رہے گی
جو روزمرہ ایام میں ہوتی ہے
کیا آپ تمام نمازیں وقت پر ادا کریں گے؟
کیا آپ کے زیر مطالعہ وہی مواد رہے گا؟
کیا آپ یہ خواہش کریں گے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام دو دنوں سے بڑھ جائے
یا پھر......
آپ انتظار کریں گے
کہ وہ جائیں
اور آپ اپنی سرگرمیاں، مشاغل اور دلچسپیاں دوبارہ
جاری رکھیں
ذرا سوچیے......
اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک یا دو دنوں کے لیے
آپ کے گھر آئیں تو......

ایک نومسلم انگریز شاعرہ کی یہ نظم نظر سے گزری تو دل اضطراب کا شکار ہوگیا۔ یہ سوال بڑا اہم ہے کہ عشق رسول ﷺ کے دعویدار اپنی محبت کا ثبوت کیسے دیں؟ حُبِ رسول ﷺ کا پہلا تقاضا تو یقیناً ذکر رسول ﷺ ہی ہے جیسا کہ سورۂ احزاب میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''ترجمہ: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود وسلام بھیجتے ہیں۔اے ایمان والو! تم بھی ان پر کثرت سے درود وسلام بھیجا کرو۔'' ذکر رسول ﷺ عین عبادت اور عظیم سعادت ہے۔ یقیناً محسن انسانیت کی ذات اس اعزاز کی مستحق ہے کہ آپ ﷺ پر کثرت سے درود وسلام بھیجا جائے۔

ذکر رسول ﷺ کے ساتھ ساتھ آج اس امر کی بھی ضرورت ہے کہ فکرِ رسول ﷺ کو عام اور اس پر عمل پیرا ہوا جائے۔ حضرت محمد ﷺ سے محبت مجرد ثواب کے لیے ہونا کامیابی کی دلیل نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے رہبانیت اختیار نہیں کی۔ محض چند افراد کو لے کر ایک گوشے میں بیٹھ کر اچھی اچھی باتیں کرتے ہوئے زندگی نہیں گزاری بلکہ زندگی کی تمام کٹھنائیاں، تلخیاں، مشکلات اور آزمائشیں صبر و استقلال کے ساتھ برداشت کر کے ہر طبقۂ انسانی کے لیے راہنمائی کا فریضہ انجام دیا۔

حضرت محمد ﷺ کی حیاتِ مبارکہ عمل پیہم کی شرح ہے، کوئی انسانی رُوداد نہیں انسان ساز کی کہانی ہے۔ مگر ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہم ذکر رسول ﷺ تو کسی نہ کسی طرح کر لیتے ہیں، مگر فکرِ رسول ﷺ مکمل طور پر نظر انداز کر چکے۔ محبتِ رسول ﷺ کا دعویٰ تو کیا، مگر اپنے اعمال کو ان کے اسوۂ حسنہ کے مطابق نہیں ڈھالا۔

آج ہماری کتاب عمل پر سیرت النبی ﷺ کا شائبہ تک نہیں، ہم اسوۂ حسنہ کو چھوڑ کر دیگر دنیاوی نظام ہائے حیات کے آگے ہاتھ پھیلا رہے ہیں۔ ہم ذہنی لحاظ سے مفلس اور معاشی طور پر مفلوک الحال ہو چکے۔ علمی وثقافتی زندگی میں دوسروں کے کاسہ لیس ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ اگر ہم واقعی محبت رسول ﷺ کے دعویدار ہیں، تو تہذیب حاضر کی مرعوبیت کا چولا اتار پھینکیں اور آپ ﷺ کی سیرت کو اوراق سے نکال کر عملی زندگی میں لے آئیں۔

ورنہ ذرا سوچیے، ہماری خجالت اور شرمندگی کا کیا عالم ہوگا

اگر...... محمد ﷺ ہمارے گھر تشریف لائیں تو............

اپریل فول اور شریعت مطہرہ

عبدالرزاق ظفر
فاضل دارالعلوم حقانیہ

آئندہ ماہ کی پہلی تاریخ پر اُٹھنے والے طوفانِ بدتمیزی کی حقیقت

اپریل عیسوی کلینڈر کا 30 دنوں پر مشتمل چوتھا مہینہ ہے۔ رومی کلینڈر میں یہ دوسرا مہینہ تھا۔ مگر بادشاہ نیوما پاپیلس NUMA PAMPILLIUS نے اس مہینے سے قبل جنوری اور فروری کو بڑھا دیا اور یوں یہ چوتھے نمبر پر آ گیا۔

اپریل لاطینی زبان کے لفظ اپریلس (APRILLIS) یا APRIRE سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے پھولوں کا کھلنا، کونپلیں پھوٹنا جیسا کہ ENCYCLOPEDIA MYTHICA میں ہے۔

"APRIL: CALLED APRILLIS, FROM APERIRE, "TO OPEN" POSSIBLE BECAUSE ITS IS THE MONTH IN WHICH THE BUDS BEGIN TO OPEN."

یا اپریل دراصل APHRODIT سے ماخوذ ہے۔ جو یونانی دیوی کا نام تھا اور محبت خوبصورتی، خوشی کی دیوی مانی جاتی تھی۔

APRIL___APHRODITES MONTH: APHRODITE IS THE GREEK GODDES OF LOVE AND BEAUTY. SHE IS ADENTIFIED WITH THE ROMAN GODDESS VENUS. (CROWL,ORG)

قدیم رومی قوم موسم بہار کی آمد پر شراب کے دیوتا کی پرستش کرتی اور اسے خوش کرنے کے لئے لوگ شراب پی کر اُوٹ پٹانگ حرکتیں کرنے کے لئے جھوٹ کا سہارا لیتے تھے اور رفتہ رفتہ یہ جھوٹ اپریل فول کا ایک اہم حصہ بن گیا۔

اپریل فول کی تاریخ

اپریل فول کے بارے میں مختلف آراء، خیالات اور نظریات ہیں۔

حضرت مفتی تقی عثمانی فرماتے ہیں:

بعض مؤرخین کا کہنا ہے کہ فرانس میں سترھویں صدی سے پہلے سال کا آغاز جنوری کی بجائے اپریل سے ہوتا تھا۔ اس مہینے کو رومی لوگ اپنی دیوی ''وینس'' کی طرف منسوب کر کے مقدس سمجھتے تھے۔ وینس کا ترجمہ یونانی زبان میں APHRO-DITE کیا جاتا ہے۔(برٹانیکا)

لہٰذا مورخین کا کہنا ہے کہ چونکہ یکم اپریل سال کی پہلی تاریخ ہوتی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ یہ مہینہ ان کے بت پرستانہ تقدس بھی رکھتا تھا اس لئے اس دن لوگ جشن منایا کرتے تھے اور اس جشن مسرت کا ایک حصہ ہنسی مذاق بھی ہوتا تھا جو رفتہ رفتہ ترقی کر کے اپریل فول کی شکل اختیار کر گیا۔

بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ 21 مارچ سے موسم میں تبدیلیاں آنا شروع ہو جاتی ہیں اس موسمی تبدیلیوں کو بعض لوگ اس طرح تعبیر کرتے ہیں کہ (معاذ اللہ) قدرت ہمارے ساتھ مذاق کر کے ہمیں بے وقوف بنا رہی ہے لہٰذا اس زمانے میں لوگوں نے بھی ایک دوسرے کو بے وقوف بنانا شروع کیا، یوں اپریل فول کی ابتداء ہوئی۔

وکی پیڈیا کے مطابق اپریل فول ایرانی میلے 'جشن نوروز' کی یادگار ہے کیونکہ ایرانی اپنے کلینڈر کے لحاظ سے 13 ویں دن پر میلہ مناتے ہیں اور خوشی کا اظہار کرتے ہیں جو کہ یکم اور دو اپریل ہوتا ہے یہ میلہ تقریباً 536 ق م سے منایا جا رہا ہے اور اسی میلے میں خوش طبعی کیلئے ایک دوسرے کے ساتھ ہنسی مذاق کی جاتی ہے۔ جھوٹ اور دھوکہ دہی سے ایک دوسرے کو بے وقوف بنایا جاتا ہے۔

بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ اپریل فول سپین پر عیسائیوں کی دوبارہ فتح کی یادگار ہے۔ کہتے ہیں کہ جب عیسائیوں نے اسپین کو دوبارہ فتح کیا تو اس وقت سپین کی سرزمین پر مسلمانوں کا

اتنا خون بہایا گیا تھا کہ وہ فاتح فوج کے گھوڑے جب گلیوں سے گزرتے تو ان کی ٹانگیں گھٹنوں تک مسلمانوں کے خون سے رنگین ہوتی۔ جب قابض فوج کو یقین ہو گیا کہ سپین میں کوئی بھی مسلمان زندہ نہیں بچا اگر کوئی زندہ ہے بھی تو وہ بھی گلے میں صلیب ڈال کر بھیس بدل کر رہ رہے ہیں یا گرفتار ہیں، ان مسلمانوں کو ختم کرنے کے لیے انہوں نے ایک منصوبہ بنایا جس کے تحت گرفتار مسلمانوں کو مراکش لے جانے کے بہانے غرناطہ سے دور پہاڑوں میں چھوڑ دیا اور اس کے بعد دوبارہ اعلان کیا گیا کہ اب امن قائم ہو چکا ہے اور جو مسلمان چھپے ہیں وہ غرناطہ میں جمع ہو جائیں تاکہ انہیں اُن ملکوں میں بھیج دیا جائے جہاں وہ جانا چاہیں۔ اس اعلان کے ساتھ ہی مسلمان غرناطہ میں اکٹھے ہو گئے۔ لاتعداد مسلمانوں کو بحری جہاز میں سوار کرا دیا گیا اور منصوبہ بندی کے تحت سمندر کے بیچ میں بارود کے ذریعے جہاز میں سوراخ کرا دیا گیا خود عیسائی حفاظتی کشتیوں کے ذریعے بچ نکلے اور تمام مسلمان گہرے سمندر میں ڈوب گئے۔ اس جھوٹ اور دھوکہ دہی کے ساتھ مسلمانوں کا سپین سے مکمل صفایا کیا گیا اور یہ واقعہ یکم اپریل کو پیش آیا اور اسی خوشی میں انہوں نے اپریل کو جشن منایا۔ اپریل فول اسی واقعہ کی یادگار ہے۔

مؤرخین یہ بھی کہتے ہیں کہ انگریز اپریل فول کو اپریل کی مچھلی POISSON BAVRILL کہتے ہیں اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس دن سورج برج حوت سے دوسرے برج میں داخل ہوتا ہے۔ حوت مچھلی کو کہتے ہے۔ یا لفظ POISSON پاسون کی تحریف شدہ شکل ہے۔ اس میں اس عذاب اور تکلیف کی طرف اشارہ ہے جو عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو برداشت کرنا پڑا۔ ان کے خیال میں یہ واقعہ یکم اپریل کو رُونما ہوا۔

تاہم اس کی وجہ جو بھی ہے مگر مغربی ممالک یکم اپریل کو فول ڈے کے طور پر مناتی ہے۔ انسائیکلوپیڈیا انٹرنیشنل کے مطابق مغربی ممالک میں یکم اپریل کو عملی مذاق کا دن قرار دیا گیا ہے۔

اپریل فول پر ناقدانہ نظر

اکیسویں صدی کے آغاز سے ہی مسلمانوں پر مغربی اقوام کا سیاسی اور نظریاتی اثر اتنا بڑھ چکا ہے اور تواتر سے ایک جنونی گروہ پروان چڑھ رہا ہے، جس نے تہذیب مغرب کی نقالی کو ہی ترقی کا ضامن قرار دیا ہے اور مغرب کی بھونڈی تقلید کو ایمان کی حد تک محبوب رکھا ہے۔ اس تقلید

میں وہ اس حد تک آگے بڑھ گئے ہیں کہ مغرب سال بھر میں جو بھی تقریبات مناتے ہیں ان کے شانہ بشانہ اس تقلید میں دیوانہ وار شامل ہو جاتے ہیں انہیں اس بات سے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ آخر مغربی تہواروں کا پس منظر کیا ہے؟ ان کے لئے تو یہ کافی ہے کہ میڈیا میں دکھایا جائے کہ فلاں تہوار ہے اور ان لوگوں کو تہوار منانے کا بہانہ ملے۔ مغرب پسند میڈیا بھی ان رسومات اور تہواروں کی اتنی پبلسٹی کر دیتا ہے کہ مغربی تقلید کے شیدائی ان رسومات اور دنوں کو منانے میں ترقی کا راز سمجھتے ہیں یہی وجہ ہے ہمارے ملک کے مسلمان ہندوؤں کے دیوالی، ہولی اور بسنت کو مناتے ہیں تو عیسائیوں کا کرسمس بھی مناتے ہیں۔ ویلنٹائن بھی مناتے ہیں تو اپریل فول بھی مناتے ہیں۔

الغرض اپریل فول ایک رسمِ بد ہے۔ جھوٹ بول کر دھوکا دے کر دوسروں کو بیوقوف بنا کر اپریل فول منایا جاتا ہے اور اس کو نہ صرف جائز سمجھا جاتا ہے بلکہ اسے کمال قرار دیا جاتا ہے کہ جو شخص جتنی صفائی اور چابک دستی سے دوسرے کو جتنا بڑا دھوکہ دے کر اُلو بنائے اتنا ہی اسے قابل تعریف اور یکم اپریل سے صحیح فائدہ اُٹھانے والا سمجھا جاتا ہے۔ اس رسم بد سے ہونے والے نقصانات کا اندازہ اگلے روز کے اخبارات اور خبروں سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا شریعت مطہرہ ان تہواروں کو منانے کی اجازت دیتی ہے؟ اس کا جواب یقیناً نفی میں ہی ہوگا کیونکہ جس تہوار میں جھوٹ ہو، دھوکہ ہو، دوسروں کا مذاق اڑانا یا مذاق بننا ہو تو اسلام اس قسم کے تہواروں کو منانے کی قطعاً اجازت نہیں دیتا اور نبی آخر الزماں ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ علم کی روشنی میں آنے والے ایام کے بارے میں پیشین گوئی فرمائی ہے اور آج کے حالات حرف بحرف اس کی صداقت کی گواہی اور ثبوت دے رہی ہے۔ حدیث شریف کا مفہوم ہے:

ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ میری امت کے گروہ اللہ کے دشمنوں (یہود و نصاریٰ) کی پیروی کرتے ہوئے ان مذہبی تہواروں اور ان کے رسم و رواج کو اپنالیں گے۔

بفرض محال مان لیا جائے کہ اپریل فول ان کا مذہبی تہوار نہیں ہے پھر بھی اسلام اس تہوار کو منانے کی قطعاً اجازت نہیں دیتا۔

اپریل فول ___ رسم بد کے نقصانات

اپریل فول کو منانے سے اسلام کے بہت سے اصول متاثر ہوتے ہیں اور نبی کریم ﷺ

کے سینکڑوں فرامین کی مخالفت ہوتی ہے۔

(1) اوّل تو اس میں جھوٹ کا عنصر غالب ہوتا ہے جس میں دھوکہ دہی کا عنصر بھی پایا جاتا ہے۔ جھوٹ بذاتِ خود ایک گناہِ کبیرہ ہے اور ایمان کے منافی ہے۔ قرآن مجید نے جھوٹ بولنے والوں پر لعنت کی ہے اور حدیث شریف کے لحاظ سے جھوٹ بولنے والا منافق ہے:

''جس شخص میں چار خصلتیں ہوں وہ پکا منافق ہے اور جس کے اندر ان میں سے کوئی ایک خصلت ہو تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہے۔ یہاں تک کہ اس کو چھوڑ دے جب بات کرے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے، عہد کرے تو خلاف ورزی کرے اور جھگڑا ہو تو گالیاں دے۔ (کتاب الایمان، بخاری)

حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ایک شخص جس کی باچھوں کو چیرا جا رہا تھا، وہ جھوٹا شخص تھا وہ ایسے جھوٹ بولتا کہ دور دور تک جا پہنچتا اور اس جرم (جھوٹ) کی پاداش میں اس کے ساتھ یہ سلوک قیامت تک ہوتا رہے گا۔'' (کتاب الادب، بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَيْلٌ لِلَّذِی يُحَدِّثُ فَيَكْذِبُ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ، وَيْلٌ لَهُ وَيْلٌ لَهُ

''ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ بولے اس کے لئے ہلاکت ہے اس کے لئے ہلاکت ہے۔''

(2) اس دن کو منانے سے کفار کی مشابہت بھی لازم آتی ہے اور غیر مسلموں کی کسی رسم کو اپنانا شریعت میں ممنوع ہے۔ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ

(3) اس رسم میں دوسروں کا انفرادی یا اجتماعی طور پر تمسخر کیا جاتا ہے اور یہ تمسخر انفرادی ہو یا اجتماعی دونوں صورتوں میں جائز نہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اے مومنو! کوئی قوم کسی قوم کی ہنسی نہ اڑائے شاید وہ اس سے بہتر ہو اور نہ کوئی عورت کسی عورت کی ہنسی اڑائے شاید وہ عورتیں اس سے بہتر ہو۔ (حجرات: 11)

اپریل فول کا شکار ہونے والے کئی افراد شدید صدمے سے جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں

اور کئی ایک خطرے میں گر جاتے ہیں اپریل فول کے شکار افراد پریشانی، افراتفری، ڈپریشن اور بارہا ہارٹ اٹیک کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اس رسم بد کو منانے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ صرف اور صرف خوشگوار اور تفریح کرنا چاہیے جو دوسروں کے لیے نقصان اور دل آزاری کا باعث نہ ہو اور نہ ہی جھوٹ کی آمیزش ہو، تفریح ایسی ہو جو خوش طبعی کا باعث بنے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بھی مزاح فرماتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا لطف اور خوشگوار سا مزاح فرماتے جو دوطرفہ ہوتا اور مدمقابل یا مخاطب آزردہ خاطر ہونے کی بجائے لطف اندوز ہوتا۔ بسا اوقات اس وقت موجود اصحاب رضی اللہ عنہم بھی اس پر کیف ماحول سے مسرور ہوتے۔ لہٰذا موقع کے مناسبت سے ہلکا پھلکا مزاح کیا جا سکتا ہے جس کا مقصد کسی کی دل آزاری کی بجائے دوسروں کے دلوں کو خوش کرنا ہو اور دوسروں کے تمسخر اور خصوصی جھوٹ سے پاک ہو۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ظرافت کے چند واقعات بطور مثال درج کیئے جاتے ہیں۔

ایک شخص نے خدمت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں آ کر عرض کیا کہ مجھ کو سواری عنایت کی جائے ارشاد ہوا میں تمہیں اونٹنی کا بچہ دوں گا اس نے کہا یا رسول اللہ! میں اونٹنی کا بچہ لے کر کیا کروں گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''کوئی اونٹ ایسا بھی ہوتا ہے جو اونٹنی کا بچہ نہ ہو؟''

ایک بڑھیا خدمت میں حاضر ہوئی کہ حضور! میرے لئے دعا فرمائیں کہ میں جنت میں چلی جاؤں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بوڑھیاں بہشت میں نہ جائیں گی۔ اس کو صدمہ ہوا اور روتی ہوئی واپس چلی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ اسے کہہ دو کہ بوڑھیاں جنت میں جائیں گی لیکن جوان ہو کر جائیں گی۔

اسلام مخالف توہین آمیز فلم کی مذمت میں
عالمی رہنماؤں کے نام خصوصی مراسلہ

ڈاکٹر محمد طاہر القادری

(بشکریہ ماہنامہ پیام اسلام آباد دسمبر 2012ء)

بدنصیب ملک فرانس کے ایک جریدہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ممدوح اور قائد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آزادیٔ رائے کا مذموم استعمال کر کے خاکے شائع کیے گئے ہیں جس کے حق میں مسیحی اور یہودی دنیا متفق ہے۔ یہ ناپاک (UN HOLY) سلسلۂ واردات عرصے سے جاری ہے اور وقفہ وقفہ سے اُمت مسلمہ کے اس دورِ زوال میں اس کے لاغر و بیمار لاشے کی نبض دیکھنے کے لیے ایسے واقعات بالارادہ عمل میں لائے جاتے ہیں۔ کچھ عرصے قبل اسی طرح کے واقعات پر عالم اسلام کی ایک معروف شخصیت ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب (جو مغرب میں بھی یکساں مقبول ہیں) نے مسیحی دنیا کے زعماء کے نام ایک خط لکھا تھا، ڈاکٹر صاحب کے افکار سے کامل اتفاق نہ رکھتے ہوئے بھی ہم یہ معلومات افزا خط موقر جریدہ 'پیام' اسلام آباد سے شکریہ کے ساتھ افادۂ عام کے لیے شائع کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

گزشتہ دنوں امریکہ میں ایک گستاخانہ فلم منظر عام پر آئی جس سے نہ صرف مسلمانوں بلکہ دنیا بھر کے اربوں امن پسند انسانوں کے جذبات مجروح ہوئے۔ گستاخانہ فلموں اور خاکوں کی اشاعت کا عمل آزادیِ اظہارِ رائے کی چھتری تلے مغربی ممالک میں تسلسل سے جاری ہے۔ پوری دنیا کے مسلمانوں نے اس طرزِ عمل اور گستاخانہ اقدامات کی اپنے اپنے انداز میں مذمت کی ہے اور بھرپور احتجاج کیا ہے۔ اسی تناظر میں ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے احترام مذاہب کے حوالے سے UN اور OIC سمیت پوری دنیا کے ممالک کے سربراہان کو تاریخی مراسلہ لکھا ہے جس میں اُنہوں نے باور کرایا کہ کسی بھی مذہب کی ذواتِ مقدسہ کے خلاف توہین آمیز اقدامات سے نہ صرف عالمی امن تباہ

ہو گا بلکہ دہشت گردی وانتہا پسندی کے خلاف کی جانے والی کاوشوں کو بھی شدید دھچکا پہنچے گا۔ اُنہوں نے مختلف ممالک کے قوانین کے حوالے دیتے ہوئے یہ بات ثابت کی ہے کہ ایسے گستاخانہ اقدامات کسی بھی لحاظ سے FREEDOM OF EXPRESSION یا FREEDOM OF SPEECH کے زُمرے میں نہیں آتے۔ لہٰذا جب تک ان شر انگیز اقدامات کو روکنے کے لئے مؤثر قانون سازی نہیں کی جائے گی اور REDEFINING OF BASIC PRINCIPLES کا عمل نہیں ہوگا اس وقت تک دہشت گردی کا قلع قمع اور پائیدار امن عالم کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا۔ اس تاریخی مراسلہ کا اُردو ترجمہ افادہ عام کے لئے نذرِ قارئین ہے۔ ادارہ اس سلسلے میں تحریک منہاج القرآن کے ناظم اعلیٰ جناب ڈاکٹر رحیق عباسی کا تہ دل سے ممنون ہے جنہوں نے اس مراسلہ کی اصل کاپی عنایت فرمائی اور اسے ماہنامہ پیام میں شائع کرنے کی اجازت بھی دی۔ (ادارہ ماہنامہ پیام)

محترم صدر/وزیر اعظم

اس مراسلہ کا مقصد حال ہی میں منظر عام پر آنے والی توہین آمیز فلم کے نتیجے میں رُونما ہونے والی اس تشویش ناک اور سنگین صورتِ حال سے آگاہ کرنا ہے جس کے نتیجے میں دنیا انتہا پسندی اور دہشت گردی کے ایک نئے خطرے سے دوچار ہوگئی ہے اور جس نے بالخصوص اُمت مسلمہ کو متعدد نوع کے سنگین مسائل سے دوچار کر دیا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ کوئی قوم یا ملت اپنے سیاسی، قومی یا مذہبی رہنماؤں کی توہین برداشت نہیں کرتی، چہ جائیکہ پیغمبرِ اَمن وسلامتی حضور نبی اکرم ﷺ کی توہین وتحقیر کر کے دنیا بھر میں بسنے والے ڈیڑھ ارب مسلمانوں کو قلبی و ذہنی اَذیت میں مبتلا کیا جائے۔

پیغمبر اسلام کی ذاتِ مقدسہ ہر مسلمان کو اپنی جان سے عزیز تر ہے۔ آپ ﷺ کی عزت وناموس پر کوئی مسلمان سمجھوتہ نہیں کر سکتا۔ نکولا باسلے نکولا (NAKOULA BASSELY NAKOULA) کی بنائی ہوئی فلم -جس کی تشہیر پادری ٹیری جونز (TERRY JONES) نے کی- نے دنیا بھر کے اربوں مسلمانوں کے جذبات کو شدید مجروح کیا ہے۔ نتیجتاً مسلم دنیا سراپا احتجاج بن گئی۔ نفرت کی آگ بھڑکانے کا یہ عمل دنیا بھر کے عوام کے لئے بالعموم اور مسلم عوام کے خلاف بالخصوص ایک گہری سازش ہے تاکہ جہاں ایک طرف پر امن مسلمانوں کو متشدد اور انتہا پسند طبقے کے طور پر پیش کیا جائے تو دوسری طرف اُمت مسلمہ کی طرف سے کی جانے والی اَمن کی کوششوں کو سبوتاژ کیا جاسکے۔ اس بھیانک صورتِ حال کا بروقت مناسب تدارک نہ کر سکنے کے باعث اِس کے اَثرات دنیا بھر

میں پھیلتے چلے جا رہے ہیں جن کے اختتام کا کوئی امکان نظر نہیں آتا۔ اس صورتحال کو غیر ضروری طور پر بے قابو کر دیا گیا ہے اور یہ پرامن بقائے باہمی کے لئے خطرہ بنتی جا رہی ہے۔ اگر بروقت اس کا تدارک نہ کیا گیا تو یہ نہ صرف مختلف تہذیبوں بلکہ مذاہب اور معاشروں کے درمیان بھی سنگین تصادم کا باعث بن سکتی ہے۔ دنیا بھر کے اَمن پسند لوگوں کے لئے لمحہ فکریہ یہ ہے کہ ایک ایسے وقت میں جب اقوامِ عالم انتہا پسندی اور دہشت گردی کے خلاف باہم متحد کھڑی ہیں اور دنیا کی مختلف اقوام اور مذاہب باہمی فاصلے ممکنہ حد تک کم کرتے ہوئے ایک دوسرے کے قریب آ رہے ہیں، چند نامعقول افراد کا مذموم عمل اس مثبت پیش رفت کے لئے تباہ کن ثابت ہو رہا ہے۔

مسلم دنیا پہلے ہی اپنی تاریخ کے نازک ترین دور سے گزر رہی ہے جہاں وہ ترقی، امن اور استحکام کی منزل کے حصول کے لئے بیک وقت کئی خطرات اور مشکلات سے برسرپیکار ہے۔ اس وقت سرفہرست بدترین لعنت دہشت گردی کی ہے جس سے مسلم دنیا نبرد آزما ہے۔ ایسے حالات میں موجودہ گستاخانہ فلم نے پوری مسلم دنیا میں تشدد کی آگ بھڑکانے اور امریکہ مخالف جذبات کو فروغ دینے میں بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔ یہ سب کچھ جہاں ایک طرف مسلم دنیا کو غیر متحمل، متشدد اور انتہا پسند قوم کے طور پر پیش کرنے کا باعث ہے تو دوسری طرف یہ رواداری، پرامن بقائے باہمی، بین المذاہب رابطہ اور دنیا بھر میں ہم آہنگی کے فروغ اور امن عالم کے لئے کی جانے والی کوششوں پر پانی پھیر دینے کے مترادف ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قابل مذمت فلم نے مسلم دنیا کی اقوامِ متحدہ کی پالیسوں کے تحت قیامِ امن کے لئے کی جانے والی جدوجہد کو بھی شدید خطرے میں ڈال دیا ہے۔

آپ یقیناً اس حقیقت کا انکار نہیں کریں گے کہ انسانی نفسیات اور عوامی جذبات کے لئے یہ ایک فطری عمل ہے کہ تمام جارحانہ اعمال کسی ناپسندیدہ، قابل نفرت اور تعصب وعناد پر مبنی رویوں کے باعث ہی جنم لیتے ہیں۔ یہ قابل نفرت فلم بھی اسی طرح کی ایک مثال ہے۔ کسی کے جذبات کو مشتعل کرنا اور کسی مقدس ہستی سے وابستہ محبت اور احترام کے احساسات کی توہین کر کے دائمی اذیت کا باعث بننا ایک گھناؤنا فعل ہے۔ یہ دراصل کسی بھی فرد یا قوم کے زخموں پر نمک پاشی کے مترادف ہے۔ مسلمانوں کے نزدیک رسول اکرم ﷺ اور قرآنِ حکیم کے ساتھ ساتھ صحائف آسمانی اور تمام انبیاء کرام بشمول حضرت موسیٰ وحضرت عیسیٰ علیہم السلام قابل صد احترام ہستیاں ہیں جن کے لئے تمام اہل ایمان کے دل میں محبت اور احترام کے جذبات پائے جاتے ہیں۔ یہ ہستیاں اہل ایمان کے ایمان کا مرکز ومحور اور ان کے اجتماعی وانفرادی وجود کی اساس ہیں جن کی کسی بھی نوع کی اہانت سنگین ترین عمل ہے۔ یہ حقیقت صرف مسلم اُمہ کے ساتھ ہی مخصوص نہیں بلکہ تمام مذاہب کے پیروکاروں کے لئے یکساں ہے۔ وہ حملہ جو اس شرمناک فلم کے ذریعے کیا گیا ہے۔ اس کے اثرات اَمن عالم کے لئے انتہائی مہلک اور خطرناک ہیں۔

جہاں تک آزادی اظہارِ رائے کا تعلق ہے ہم سمجھتے ہیں کہ یہ بنیادی انسانی حقوق میں سے ہے جسے نہ صرف امریکی آئین اور قانون میں بلکہ حقوقِ انسانی کے عالمی اعلامیہ (UNIVERSAL DECLARATION

(OF HUMAN RIGHTS قانونِ حقوقِ انسانی (BILL OF RIGHTS) اور بنیادی انسانی حقوق کے تمام ممالک کی دستاویزات میں تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔لیکن دنیا کے کئی ممالک کے دساتیر میں اس کے ساتھ ساتھ عزت وحرمت کو تحفظ دینے والے قوانین کی موجودگی اس امر کا بین ثبوت ہے کہ انسانی وقار کی حفاظت بھی بنیادی انسانی حقوق میں شامل ہے۔ جس طرح آزادیِ اظہارِ رائے بنیادی انسانی حقوق میں سے ہے اسی طرح انسانی وقار کی حفاظت بھی بنیادی انسانی حق ہے جس سے صرفِ نظر نہیں کیا جاسکتا۔ عالمی دساتیر اور قوانین ایسے رویوں کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں جو انسانی وقار کو مجروح کرنے کا باعث ہوں حتیٰ کہ امریکی دستور کی آٹھویں ترمیم انسانی وقار کے تحفظ کو اس حد تک یقینی بناتی ہے کہ اس ترمیم کی رُو سے:

''کسی کو کوئی بھی ایسی سزا نہیں دی جاسکتی جس کی شدت اور انداز انسانی وقار کے منافی ہو۔''

اس تناظر میں کسی انسانی رویے کو کیونکر اس امر کی اجازت دی جاسکتی ہے کہ وہ کسی کی اہانت اور بے توقیری کا سبب بنے۔

اقوام متحدہ کے سابق سیکرٹری جنرل کوفی عنان (KOFI ANNAN) نے کہا تھا:

''میں آزادیِ اظہارِ رائے کے حق کا احترام کرتا ہوں لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ حق قطعاً بھی مطلق نہیں ہے۔ یہ حق احساس ذمہ داری اور دانش مندی کے ساتھ مشروط ہے۔''

سابق برطانوی وزیر خارجہ جیک سٹرا (JACK STRAW) نے کہا تھا:

''ہر شخص کو آزادیِ اظہارِ رائے کا حق حاصل ہے اور ہم اس کا احترام کرتے ہیں لیکن کسی کو بھی توہین کرنے یا بغیر کسی سبب کے اشتعال انگیزی کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ ہر مذہب کے لئے کچھ قابل حرمت اُمور ہوتے ہیں۔لہٰذا یہ درست نہیں کہ آزادیِ اظہارِ رائے کے نام پر عیسائیوں کی تمام مقدس رسوم اور عبادات پر ہر طرح کی تنقید کی جاتی رہے اور نہ ہی اس کی کوئی گنجائش ہے کہ یہودی ہندو یا سکھ مذہب کے حقوق اور مقدس رسوم کو موردِ الزام ٹھہرایا جائے۔ نہ ہی ایسا رویہ مذہب اسلام کے حوالے سے اختیار کیا جانا چاہئے۔ ہمیں اس طرح کی صورتِ حال میں عزت واحترام کو برقرار رکھنے کے لئے احتیاط کرنا ہوگی۔''

امریکی محکمہ خارجہ کے سابق ترجمان کرٹس کوپر (KURTIS COOPER) نے کہا:

''ہم سب اظہارِ رائے کی آزادی کے حق کا خوب احترام کرتے ہیں لیکن اسے صحافتی ذمہ داری سے ماورا نہیں ہونا چاہئے۔ مذہبی یا نسلی نفرت کو اس آڑ میں بھڑکانے کا عمل قابل قبول نہیں ہوسکتا۔''

سابق فرانسیسی وزیر خارجہ فلپ ڈوسے بلیزی (PHILIPPE DOUSTE-BLAZY) نے کہا تھا:

''آزادیِ اظہارِ رائے کے قانون پر عمل برداشت، عقائد اور مذاہب کے احترام کی روح کے ساتھ ہونا چاہئے جو ہمارے ملک کے سیکولرازم کی بنیادی اساس ہو۔''

اگر برداشت رواداری اور بقائے باہمی کے عالمی متفقہ اُصول کو نظر انداز کر دیا جائے اور اخلاقی اور

مذہبی اَقدار کی بے توقیری کی جائے تو امن عالم کی موجودہ صورتِ حال بدتر ہو جائے گی اور دنیا میں موجود تناؤ کو ختم کرنے کی تمام کوششیں بے سود ہو کر رہ جائیں گی۔

آج اس امر کی ضرورت ہے کہ اس خوف ناک اور پریشان کن صورتِ حال کے خاتمے کے لئے فوری اقدامات کیے جائیں ورنہ یہ امنِ عالم کے لئے سنگین خطرہ بن سکتی ہے۔

وہ لوگ جو اس بات کے حامی ہیں کہ آزادیِ اظہارِ رائے کے حق پر کوئی قدغن نہیں لگائی جاسکتی اور اس پر کوئی بھی پابندی ناقابل برداشت ہے انہیں اپنے جمہوری معاشروں پر نظر ڈالنی چاہئے کہ ان کے ہاں ہونے والی دہشت گردی کے خلاف حالیہ قانون سازی میں شہری آزادیوں کو کس حد تک پابند کر دیا گیا ہے اور کئی ایسے اقدامات کئے گئے ہیں جن کے نتیجے میں افراد معاشرہ کے حقوق اور آزادیوں کی بظاہر واضح طور پر تحدید ہوئی ہے۔ آج مسلمان محسوس کر رہے ہیں کہ انہیں آزادی اظہارِ رائے کے حق کی آڑ میں جان بوجھ کر ہدف بنایا جا رہا ہے اور دیوار سے لگایا جا رہا ہے۔ ایسے حالات میں جب بھی مسلمانوں کے عقیدہ کے انتہائی مقدس پہلوؤں کی تضحیک کی جائے گی یا حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ مبارک کی اہانت ہوگی تو اس کا ردِعمل بھی لازماً بہت شدید ہوگا۔ یہ بات باعث حیرت ہے کہ مغربی اور یورپی اقوام کو جہاں دہشت گردی کی لعنت سے حفاظت کے لیے آزادیِ رائے کے اظہار پر بھی پابندی روا ہے وہاں اسی آزادی رائے کے حق کے نام پر ایسے اہانت انگیز اقدامات کے ذریعے مسلمانانِ عالم کے جذبات اور احساسات کو نہ صرف مجروح کیا جا رہا ہے بلکہ دہشت گردوں اور انتہا پسندوں کو اپنے غیر قانونی اقدامات کے لئے منطقی جواز فراہم کئے جا رہے ہیں۔

بظاہر آزادیِ رائے کے حق کا بہت غلغلہ ہے لیکن دنیا کا کوئی مذہب بھی مقدس ہستیوں، رسولوں، پیغمبروں اور اللہ کے کلام کی اہانت کی اجازت نہیں دیتا! حتیٰ کہ کتابِ مقدس (THE BIBLE) کا عہد نامہ عتیق (OLD TESTAMENT) اور عہد نامہ جدید (NEW TESTAMENT) دونوں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین سے منع کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر 'عہد نامہ عتیق' کی کتاب احبار (LEVITICUS) '16-13:24' احبار (LEVITICUS) '23:24' 2 سموئیل (2 SAMUEL) '14:12' میں اور 'عہد نامہ جدید' کی کتاب 'متی کی انجیل (MATTHEW) '32:12' 'مرقس کی انجیل (MARK) '29:3' اور 'لوقا کی انجیل (LUKE) '10:12' ملاحظہ ہوں۔

اسلام ــــ جو قدیم آسمانی مذاہب ہی کا تسلسل ہے۔ نے بھی تمام رسولوں اور پیغمبروں خصوصاً حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے احترام کو ایمان کا حصہ قرار دیا ہے۔ دنیا کے تمام ابراہیمی ادیان نے پیغمبروں کی توہین کی ممانعت کی ہے لیکن 'عہد نامہ عتیق (OLD TESTAMENT)'، 'عہد نامہ جدید (NEW TESTAMENT)' اور قرآنِ مجید میں پیغمبروں کے احترام کی تعلیمات نے کسی بھی شخص

کو اظہارِ رائے کی آزادی کے حق سے محروم نہیں کیا۔

اگر ہم اس گستاخانہ فلم کے معاملے کو انسانی نفسیات کے تناظر میں دیکھیں تو حقیقت یہ ہے کہ اس کے پیش کار (PRODUCERS)، ہدایت کار (DIRECTORS) اور نشر کنندگان (PROMOTERS) امریکی دستور میں موجود اظہارِ رائے کے حق کے تحفظ کو اپنے مخصوص مقاصد کے حصول کے لئے غلط استعمال کر رہے ہیں۔ فی الحقیقت وہ امریکی مفادات کو بھی خطرات سے دوچار کر رہے ہیں کیونکہ اس طرح تو دہشت گرد گروہوں کو یہ موقع ملے گا کہ وہ اس فلم کو اپنے حق میں استعمال کریں۔

محترم صدر / وزیر اعظم

آج کا مسلم معاشرہ اور اس کی معیشت انتہا پسند اور دہشت گرد عناصر کی دست برد میں ہیں۔ مسلم ممالک یہ چاہتے ہیں کہ دہشت گردی کی لعنت جلد سے جلد ختم ہو۔ وہ کسی بھی طرح کسی نئے تنازع کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ بالخصوص ایسے تنازعات جو امن عالم ہی کو خطرے میں ڈال دیں۔ موجودہ گستاخانہ فلم کا معاملہ بھی اسی نوعیت کا ہے۔ اس غیر متوقع اور اچانک صورتِ حال نے انہیں ہلا کر رکھ دیا ہے۔

اسلام تشدد، انتہا پسندی اور دہشت گردی کی مذمت کرتا ہے جس کے کچھ مظاہر ہم نے موجودہ احتجاج کے دوران دیکھے ہیں۔ میں پہلے ہی اس پر تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب 'فتویٰ: دہشت گردی اور فتنہ خوارج (FATWA ON TERRORISM AND SUICIDE BOMBINGS) میں بیان کر چکا ہوں۔ نائن الیون (9/11) کے بعد ہم دنیا بھر میں انتہا پسندی اور دہشت گردی کے خلاف جدوجہد کر رہے ہیں اور میری کتاب اس سلسلے میں اُٹھنے والے کئی سوالات کا جواب ہے۔

یاد رہے کہ جب ایک برطانوی اخبار THE INDEPENDENT نے 27 جنوری 2003ء کی اشاعت میں اسرائیلی وزیر اعظم ایریل شیرون (ARIEL SHARON) کو ایک فلسطینی بچے کا سر کھاتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے دکھایا کہ اس میں برائی ہی کیا ہے' کیا تم نے کبھی کسی سیاست دان کو بچے کو چومتے ہوئے نہیں دیکھا؟ تو اس کے ردِعمل میں خود اسرائیل کے کئی حصوں میں احتجاج شروع ہو گیا اور دنیا بھر میں موجود یہودیوں کی طرف سے اشتعال اور غصہ سامنے آیا۔ اس خاکے اور کارٹون کی حقیقت کچھ بھی ہو یہودی عوام کی طرف سے اپنے لیڈر کے لئے سراپا احتجاج بننا ایک فطری ردِعمل تھا۔

جب اطالوی وزیر اعظم سلویو برلس کونی (SILVIO BERLUSCONI) نے اپنا موازنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کیا تو اس پر رویٹی کن سمیت اٹلی کے بہت سے سیاست دانوں نے شدید غم و غصے کا اظہار کیا۔ حتیٰ کہ کیتھولک چرچ کے ایک اعلیٰ عہدے دار نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ اطالوی

وزیراعظم کہے گا کہ اس نے یہ بات ازرہِ مزاح کی ہے لیکن ایسی باتیں ازراہِ مزاح بھی نہیں کی جانی چاہئیں۔

زیر بحث معاملہ کسی کے آزادیِ اظہارِ رائے کے حق پر قدغن لگانے کا نہیں بلکہ پیغمبر اسلام حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات مبارکہ کی تضحیک اور اہانت پر اعتراض کرنے کا ہے۔ جس نے دنیا بھر کے اربوں مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچائی ہے۔ دنیا کا کوئی قانون اور آسمانی صحیفہ اس بد اخلاقی اور تخریبی رویے کی اجازت نہیں دیتا۔

دنیا بھر میں قانونِ ہتک عزت (LAW OF DEFAMATION) کے مطابق آزادیِ اظہارِ رائے کے مستقل حق کو محدود کیا گیا ہے تاکہ ایک فرد کے حقوق میں توازن پیدا کیا جا سکے۔ اسی طرح ایسے عمل کو جس سے ایک پورے طبقے کو اذیت پہنچتی ہو۔ محض اظہارِ رائے کی آزادی کے عنوان کے تحت جواز فراہم نہیں کیا جا سکتا۔ مزید برآں کئی ممالک میں ان کے دساتیر اور مخصوص قومی اداروں مثلاً فوج، عدلیہ اور پارلیمان کی توہین کو یا تو غیر قانونی قرار دیا گیا ہے یا اس رویے کی مذمت کی گئی ہے۔ دنیا بھر میں توہین عدالت کا قانون موجود ہے جو واضح طور پر آزادیِ اظہارِ رائے کی حدود متعین کرتا ہے اور اس کی خلاف ورزی کی سزا قید ہے۔ لہٰذا آزادی اظہارِ رائے کا حق قطعی طور پر مطلق نہیں ہے بلکہ اسے بنیادی انسانی حقوق کے تناظر میں دیکھا جاتا ہے۔ لہٰذا کسی بھی طبقے کے جذبات کو مجروح کرنا کسی صورت میں بھی آزادیِ اظہارِ رائے کے حق کے زمرے میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔

حقیقت یہ ہے کہ یہاں مسئلہ آزادیِ اظہارِ رائے کو محدود کرنا نہیں ہے اور نہ ہی یہ کوئی مطلق حق ہے اور نہ ہی کوئی ایسا دعویٰ کرتا ہے۔ تمام مخلوق ایک دوسرے کے ساتھ متعلق ہیں اور ان کا نفاذ دوسرے کے بنیادی حقوق کے ساتھ مشروط ہوتا ہے۔ یہ تصور کہ کوئی حق مطلق حیثیت رکھتا ہے ایک غلط نقطۂ نظر ہے کیونکہ ایسا حق دوسرے بہت سے بنیادی انسانی حقوق کو متاثر کر سکتا ہے۔ ہر وہ ملک جو مہذب اور جمہوری ہونے کا دعوے دار ہے۔ اس نے معاشرتی اور سماجی مفادات کے تناظر میں آزادیِ اظہارِ رائے کے حق کو مخصوص حدود کا پابند کیا ہے تاکہ انسانی رویے کی ایک مخصوص سطح کو برقرار رکھا جا سکے، چاہے اس پر پابندی کی بنیادی مقامی رسوم و رواج ہوں یا تہذیب و مذہب ہو۔ لیکن حقیقی مقصد یہی ہے کہ اُن کی اخلاقی، مذہبی، سماجی اور معاشرتی اقدار کے تحفظ کو یقینی بنایا جا سکے۔

مثلاً دنیا کے کئی ممالک میں واضح طور پر بچوں کی برہنہ تصاویر کی اشاعت یا مذہبی و نسلی نفرت پھیلانے والے مواد کی اشاعت پر پابندی عائد ہے۔ کئی یورپی ممالک میں ہولوکاسٹ (HOLOCAUST) کا انکار جرم ہے حتیٰ کہ آسٹریا، بلجیم، چیک ری پبلک، فرانس، جرمنی، اسرائیل، لیتھوانیا، پولینڈ، رومانیہ، سلوواکیا اور سوئٹزرلینڈ میں اس جرم کی سزا جرمانے اور قید دونوں صورتوں میں مقرر ہے۔ دنیا کے کئی ممالک میں اس پر اتفاق اور معاہدہ موجود ہے کہ اس طرح کی پابندی ہرگز اظہارِ رائے کی آزادی پر پابندی نہیں کیونکہ اس سے ایک مذہبی طبقے کے جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے۔ اسی طرح کسی مذہب کی توہین بھی ارتکابِ جرم ہے کیونکہ اس سے ایک پورے طبقے کو اذیت پہنچتی ہے جس کا اس مذہب پر ایمان ہے۔ سو اس عمل کو کسی بھی طرح کی آزادی کے حق کا جواز فراہم نہیں کیا جانا چاہئے۔ خصوصاً

جب یہ عمل امن عالم، بین المذاہب ہم آہنگی اور بین الممالک تعلقات کے لئے بھی خطرہ کا باعث ہو۔

انفرادی عزت و وقار اور مذہبی آزادی کا تحفظ ایسے بنیادی انسانی حقوق ہیں جنہیں قانونی تحفظ حاصل ہے۔ دنیا کے مختلف ممالک کے دساتیر وقوانین کے ساتھ ساتھ اقوامِ متحدہ کے چارٹر نے بھی ان حقوق کو تحفظ فراہم کیا ہے۔

اقوامِ متحدہ کے چارٹر کے پہلے آرٹیکل کی شق نمبر 3 میں ان حقوق کو ان الفاظ میں تسلیم کیا گیا ہے:

'یہ قرار دیا جاتا ہے کہ معاشی، سماجی، ثقافتی اور انسانی نوع کے عالمی مسائل وتنازعات کے حل کے لئے اور انسانی حقوق کے احترام کے فروغ وحوصلہ افزائی کے لئے اور تمام بنی نوعِ انسان کے لئے نسل، جنس یا مذہب کی تفریق کے بغیر بنیادی انسانی حقوق کے تحفظ کی خاطر عالمی برادری کا تعاون حاصل کیا جائے گا۔'

حقوقِ انسانی کے یورپی کنونشن کے آرٹیکل نمبر 9 میں قرار دیا گیا ہے کہ:

'کسی فرد کے مذہب اور عقیدہ کے اظہار کی آزادی قانون میں بیان کی گئی حدود کے ساتھ مشروط ہوگی اور یہ ایک جمہوری معاشرے میں عوامی تحفظ کے حصول، امن عامہ کے قیام، صحت اور اخلاقیات کے تحفظ اور دوسرے افرادِ معاشرہ کے حقوق اور آزادیوں کے تحفظ کے لئے ضروری ہے۔'

مذاہب کی توہین کے اِمتناعی قوانین:

(PROHIBITIVE LAWS ON DEFAMATION OF RELIGIONS)

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ اس موقع پر ہمارا مؤقف کہ احترامِ مذہب کا عالمی قانون بنایا جائے۔ کوئی اچنبھے کی بات نہیں سمجھی جانی چاہئے کیونکہ بہت سے یورپی ممالک میں مذاہب کی توہین سے روکنے والے قوانین پہلے ہی رائج اور نافذ ہیں۔ مثلاً:

i. آسٹریا: کریمینل کوڈ (CRIMINAL CODE) کا آرٹیکل نمبر 188 اور 189

ii. فن لینڈ: تعزیراتی قانون (PENAL CODE) باب نمبر 17 کا جزو نمبر 10

iii. جرمنی: کریمینل کوڈ (CRIMINAL CODE) آرٹیکل نمبر 166

iv. نیدرلینڈز: کریمینل کوڈ (CRIMINAL CODE) آرٹیکل نمبر 147

v. اسپین: کریمینل کوڈ (CRIMINAL CODE) کا آرٹیکل نمبر 525

vi. آئیرلینڈ: اس کے آئین کے آرٹیکل نمبر 40.6.1.i کے تحت توہین آمیز مواد کی اشاعت ایک جرم قرار ہے۔ جب کہ 1989ء کے PROHIBITION OF INCITEMENT TO HATRED ACT کے تحت کسی خاص مذہبی گروہ کے خلاف نفرت انگیز مواد کی اشاعت بھی جرم قرار دے دی گئی ہے۔

vii. کینیڈا: کریمینل کوڈ (CRIMINAL CODE) کا سیکشن نمبر 296

viii. نیوزی لینڈ: 1961ء کے نیوزی لینڈ کرائمز ایکٹ (NEW ZEALAND CRIMES ACT) کا سیکشن نمبر 123

ix. مسیحی دنیا میں کلیساؤں کو مقدس مقام کا درجہ حاصل ہے اور بعض یورپی ممالک میں اس تقدس کو آئینی تحفظ بھی حاصل ہے۔ اس کی ایک مثال ڈنمارک کا دستور ہے۔ جس کے سیکشن نمبر 4 کے مطابق (STATE CHURCH) "EVANGELICAL LUTHERAN CHURCH" کو ڈنمارک کا سرکاری کلیسا قرار دیا جائے گا اور یوں اسے ریاست کی مکمل حمایت حاصل ہوگی ٔ

مزید برآں مختلف ممالک میں مختلف اُوقات میں ایسی صورتِ حال پیدا ہونے پر ان قوانین پر عمل بھی کیا گیا ہے۔ مثلاً

i. گرہارڈ ہیڈر (GERHARD HADERER) کی کارٹون کی کتاب بعنوان THE LIFE OF JESUS پر یونان میں 2003ء میں یونان کے اہانت مذہب کے قانون کے تحت پابندی لگائی گئی۔

ii. 2008ء میں سویڈن کے علاقہ LINKOPING میں PUNK FESTIVAL کے دوران میں تشہیر کے لئے ایک پوسٹر استعمال کیا گیا جس میں (معاذ اللہ) شیطان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مصلوب کر رہا ہے اور اس پر یہ عبارت لکھی تھی:

PUNX AGAINST CHRIST (SIC)! اس پر LINKOPING کی میونسپل انتظامیہ نے اس پوسٹر کو آویزاں کرنے پر پابندی لگا دی۔

iii. 8 ستمبر 2011ء کو برطانیہ کے اشتہاروں کی نگرانی و کنٹرول کرنے والے سرکاری ادارے (ADVERTISING STANDARDS AUTHORITY) نے ایک موبائل فون PHONES4U کے ایک اشتہار پر پابندی لگا دی جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ استعمال کی تھی۔ کیونکہ انہیں کم و بیش ایک سو شکایات موصول ہوئیں کہ اس اشتہار سے عیسائی عقیدے کی تضحیک اور توہین ہوئی ہے۔ اس نگران ادارے کے مطابق اشتہار میں شائع ہونے والی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کارٹون نما آنکھیں جھپکتے ہوئے اور انگوٹھے اُٹھائے ہوئی تصویر عیسائی عقیدہ کی توہین کا مظہر تھی۔

iv. 1997ء میں TATYANA SUSKIN کو HEBRON میں ایک عرب اسٹور کے سامنے ایک تصویر لگاتے ہوئے گرفتار کیا گیا جس میں اُس نے پیغمبر اسلام کو ایک غلط تصویر کی صورت میں قرآن پڑھتے ہوئے دکھایا۔ اس واقعے سے بہت اشتعال پیدا ہوا اور اس خاتون کو دو سال کی سزا دی گئی۔

v. فروری 2005ء میں سویڈن کے علاقہ GOTHENBURG میں MUSEUM OF

SCENE D'AMOUR کی پینٹنگ LOUZLA DARABI نے WORLD CULTURE کو ہٹانے کا فیصلہ کیا۔

vi. فروری 2006ء میں جرمنی میں ایک کارکن MANFRED VAN H کو اسی طرح کے الزام میں ایک قید کی سزا دی گئی۔

vii. 13 مئی 2008ء کو THEO VAN GOGH کے معاونِ ڈچ (DUTCH) کارٹونسٹ (GREGORIUS NEKSCHOT) کو گرفتار کیا گیا۔ دس پولیس والوں نے اُس کے گھر کی تلاشی لے کر اُس کا کمپیوٹر اور تصویروں کی کتابیں ضبط کر لیں۔ اس سے قید کے دوران تفتیش کی گئی اور سرکاری وکیل کی درخواست پر اس کی ویب سائٹ سے آٹھ ایسے کارٹون ہٹائے گئے جو مسلمانوں کے خلاف تھے۔

viii. 2010ء میں نیویارک شہر کے METROPOLITAN MUSEUM OF ART سے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام تصاویر ہٹا دی گئیں کیونکہ مسلمان اسے اہانت آمیز سمجھتے تھے۔

ix. 2002ء میں ایک ویڈیو گیم :HITMAN 2 SILENT ASSASSIN کے منظر عام پر آنے سے فسادات پھوٹ پڑے کیونکہ اس میں سکھوں کو ان کے انتہائی مقدس مقام 'ہرمندر صاحب' میں قتل ہوتے دکھایا گیا بعدازاں اس ویڈیو SILENT ASSASSIN کا ترمیم شدہ ورژن جاری کیا گیا جس میں اس طرح کے مواد کو ختم کر دیا گیا ہے

x. 2004ء میں انگلستان میں برمنگھم کے ایک تھیٹر میں ایک ڈرامے 'بے عزتی' کا پروگرام منسوخ کر دیا جسے گرپریت کور بھٹی (GURPREET KAUR BHATTI) نے تحریر کیا تھا۔ اس ڈارمے میں ایک گردوارے میں جنسی تشدد اور قتل کا منظر دکھایا گیا تھا۔

xi. 26 ستمبر 2012ء کو برازیل میں گوگل آپریشن کے صدر FABIO JOSE SILVA COELHO کو برازیل کی وفاقی پولیس نے اُس وقت گرفتار کیا جب کمپنی اُن احکامات پر عمل کرنے میں ناکام رہی جن میں جج نے برازیل کے انتخابی قوانین کی خلاف ورزی کرنے پر YOU TUBE ویڈیو کو ہٹانے کا حکم دیا تھا۔ GOOGLE کے اس افسر کو گرفتار کرنے کا حکم SAO PAULO میں سنایا گیا۔ برازیل کے انتخابی قوانین اُمیدواروں کے بارے میں ٹیلی ویژن، ریڈیو اور انٹرنیٹ پر ہونے والی تنقید کی تحدید کرتے ہیں۔ FABIO JOSE SILVA COELHO نے کہا کہ اس کی کمپنی متنازع YOU TUBE ویڈیو ہٹا دے گی جو اس کی قید اور حراست کا سبب بنی ہے۔ ایک علاقائی جج نے تو یہ فیصلہ دیا کہ ویڈیو کا یہ مواد اگلے مہینے میئر کا انتخاب لڑنے والے ایک اُمیدوار کی بدنامی کا باعث بنا ہے۔ FABIO JOSE SILVA CEOLHO نے زور دے کر یہ بات کہی کہ 'اگر کوئی ویڈیو کسی خاص ملک میں غیر قانونی ہے تو ہم اُس ملک یا عدالت کی طرف

سے شکایت واحکامات کی صورت میں اس ویڈیو پر پابندی عائد کردیں گے۔

نفرت انگیز تقریر کی اِمتناع کے قوانین

(PROHIBITIVE LAWS ON HATE SPEECH)

اسی تناظر میں دنیا بھر میں نفرت انگیز تقاریر وگفتگو کے خلاف قوانین بھی موجود ہیں۔ان میں سے چند کا تذکرہ ذیل میں کیا جارہا ہے:

بین الاقوامی قوانین

شہری اور سیاسی حقوق کا بین الاقوامی معاہدہ (INTERNATIONAL COVENANT ON CIVIL AND POLITICAL RIGHTS :ICCPR) قرار دیتا ہے کہ ہر قسم کی ایسی قومی، نسلی یا مذہبی نفرت کی حامل سرگرمی قانوناً ممنوع ہے جس سے امتیاز، عناد یا تشدد پیدا ہوتا ہو۔

برازیل (BRAZIL)

1988ء کے برازیلی آئین کے مطابق برازیل میں نسل پرستی یا کسی بھی نوعِ کی نفرت پھیلانے والی تقریر کو ایسا ناقابل معافی جرم قرار دیا گیا ہے جس کا ارتکاب کرنے والوں کو ضمانت کا بھی حق نہیں۔2006ء میں برازیل کی وفاقی پولیس اور ارجنٹائن کی پولیس نے ایک مشترکہ کاروائی کر کے اس نوع کی نفرت پھیلانے والی بہت سی ویب سائٹ پر پابندی عائد کی تھی۔

کینیڈا (CANADA)

کینیڈا میں کسی بھی معروف معاشرتی گروہ کے خلاف نسل کشی یا نفرت کو فروغ دینے والی سرگرمی کینیڈا کے فوج داری قانون کے مطابق قابل سزا جرم قرار دی گئی ہے اور اس جرم کا ارتکاب کرنے والوں کو دو سے چودہ سال کی قید کی سزا دی جاسکتی ہے۔قانون کے مطابق معروف گروہ معاشرہ سے مراد ایسے افرادِ معاشرہ ہیں جنہیں رنگ ونسل، مذہب اور خاندانی اصلیت یا جنسی شناخت کی بنیاد پر ممتاز قرار دیا جاسکتا ہو۔تاہم اس میں حقائق کے بیان، عوامی بحث کے موضوعات اور مذہبی عقیدہ سے متعلق اُمور کو استثنیٰ حاصل ہے۔اس قانون کی دستوری حیثیت پر نمایاں عدالتی فیصلہ 1990ء کا R. V. KEEGSTRA ہے۔

چلی (CHILE)

چلی کے آزادیِ اظہارِ رائے، معلومات اور اختیار وکارکردگی صحافت کے قانون (LEY SOBRE LIBERTADES DE OPINION E INFORMACION Y EJERCICIO DEL PERIODISMO) کے آرٹیکل نمبر 31 کے مطابق ہر اُس شخص کو بھاری جرمانہ کی سزا دی جائے گی

جو کسی بھی طرح کے عوامی ابلاغ کے ذریعے سے معاشرے کے کسی بھی فرد، افراد یا طبقات کے خلاف اُن کی نسل، جنس، مذہب یا قومیت کی بنیاد پر نفرت پھیلانے یا نفرت کو فروغ دینے کا سبب بنے۔ اس قانون کا اطلاق اس نوع کی اُن سرگرمیوں پر کیا گیا جن کا ذریعہ انٹرنیٹ تھا۔ مزید برآں ایسے قوانین بھی موجود ہیں جن کے تحت متعصّبانہ نفرت پھیلانے والے جرائم کے لئے دی جانے والی سزاؤں میں غیر معمولی اضافہ بھی کیا سکتا ہے۔

یورپی کونسل(COUNCIL OF EUROPE)

یورپی کونسل (COUNCIL OF EUROPE) نے اس مسئلے پر بہت زیادہ کام کیا ہے۔ حقوقِ انسانی کے یورپی کنونشن (EUROPEAN CONVENTION ON HUMAN RIGHTS) کے آرٹیکل نمبر 10 کے مطابق نسل کشی اور انسانیت کے خلاف اس طرح کے دوسرے جرائم کے خاتمے کے لئے فوج داری قوانین پر کوئی پابندی عائد نہیں، جیسا کہ حقوقِ انسانی کی یورپی عدالت نے اس کی تعبیر کی ہے۔ یورپی کونسل کی وزراء کی کمیٹی نے اس پر مزید پیش رفت کرتے ہوئے سفارش نمبر 20 (97)R میں نفرت انگیز تقاریر پر پابندی لگانے کے لئے اپنے رُکن ممالک پر زور دیا ہے۔ یورپی کونسل نے نسل پرستی اور عدمِ برداشت کے خاتمے کے لئے خصوصی یورپی کمیشن بھی قائم کیا ہے جس نے ایسے نوع کے مسائل مثلاً یہودیت مخالف سرگرمیاں اور مسلمانوں کے خلاف عدمِ برداشت کے حوالے سے اپنے ممالک کی صورتِ حال کے بارے میں رپورٹس مرتب کیں اور عمومی پالیسی کے لئے کئی سفارشات بھی پیش کیں۔

کروشیا (CROATIA)

کروشیائی دستور کے مطابق آزادیِ اظہارِ رائے کے حق کو دستوری تحفظ حاصل ہے تاہم کروشیائی ضابطہ فوج داری کے مطابق ہر اُس شخص کو سزا دی جائے گی اور سرگرمیوں سے روکا جائے گا جو بنیادی انسانی حقوق اور بین الاقوامی برادری کی طرف سے تسلیم شدہ آزادیوں کو نسل، مذہب، زبان، سیاسی وابستگی، نظریہ وعقیدہ، دولت، پیدائش، تعلیم، سماجی مرتبہ، قدر و قیمت، جنس، رنگ، قومیّت یا نسلیت کی بنیاد پر پامال کریں۔

ڈنمارک (DENMARK)

ڈنمارک میں بھی نفرت انگیز تقاریر پر پابندی عائد کرتے ہوئے وضاحت کی گئی ہے کہ اس سے مراد عوام الناس میں پھیلایا گیا وہ مواد ہے جس سے معاشرے کے کسی بھی طبقہ کو خطرہ لاحق ہو یا نسل، رنگ، قومیت، نسلی وابستگی، عقیدہ، جنسی امتیاز کی بنیاد پر اس کی توہین اور بے توقیری ہو۔

فن لینڈ(FINLAND)

فن لینڈ میں نفرت انگیز تقریر(VIHAPUHE) کی تعریف کے بارے میں بہت زیادہ بحث

مباحثہ کیا گیا ہے۔ 'نفرت انگیز تقریر سے مراد نسلی بنیاد پر نفرت انگیزی ہے۔فن لینڈ کے ضابطہ فوج داری کے سیکشن نمبر 11 کا عنوان 'جنگی جرائم اور انسانیت کے خلاف جرائم پر پابندی' ہے۔نفرت انگیز تقریر سے مراد ایسے مواد، نقطہ نظر یا بیان کی اشاعت ہے جس سے کسی بھی گروہ یا معاشرہ کو نسل، قومیت، مذہب، عقیدہ، جنسی شناخت، معذوری یا اس طرح کی کسی بھی بنیاد پر خطرات لاحق ہوتے ہوں یا ان کی بے توقیری ہوتی ہو۔نسلی بنیاد پر اشتعال انگیزی کی سزا جرمانہ یا دو سال تک قید ہے۔ یہ سزا جرم کی نوعیت کے مطابق چار ماہ سے بڑھا کر چار سال تک دی جا سکتی ہے۔

فرانس (FRANCE)

فرانس کے ضابطہ فوج داری اور اس کے صحافتی قوانین کے مطابق ہر قسم کی اُس سرکاری اور غیر سرکاری نشر و اشاعت پر پابندی ہے جو اہانت اور بے عزتی کا باعث بن سکتی ہو یا جس سے کسی بھی شخص یا گروہ معاشرہ کے خلاف وطنیت، نسلیت، یا عدمِ شناخت نسل، قومیّت، نسل، خاندان، مخصوص مذہب، جنس، جنسی شناخت یا معذوری کی بنیاد پر امتیاز، نفرت یا تشدد جنم لیتا ہو۔اس قانون کے مطابق ایسے بیان پر بھی پابندی عائد ہے جو انسانیت کے خلاف ہونے والے جرائم مثلاً ہولوکاسٹ(HOLOCAUST) کے انکار پر مبنی ہو یا ایسے اجراء کے جواز پر مشتمل ہو۔

جرمنی (GERMANY)

جرمنی میں عوامی سطح پر نفرت پیدا کرنے کا عمل (VOLKSVERHETZUNG) قابل سزا جرم ہے اور اس کے لئے سزا کا تعین جرمنی کے ضابطہ فوج داری (STRAFGESETZBUCH) کے سیکشن نمبر 130 میں کیا گیا ہے۔ یہ سزا پانچ سال تک بھی ہو سکتی ہے۔سیکشن نمبر 130 کے مطابق معاشرے کے مختلف طبقات کے بارے میں عوامی سطح پر نفرت پیدا کرنا جرم ہے۔ اِسی طرح ان کے خلاف امتیازی اقدامات یا تشدد کی دعوت دینا، ان کی توہین اور بے توقیری کرنا، نیز ان کو آئینی سطح پہ حاصل انسانی عزت و وقار کے حق کو پامال کرتے ہوئے بدنام کرنا بھی جرم ہے۔ مثلاً کسی نسلی گروہ کو عوامی سطح پر کمی یا بھنگی جیسے القاب سے بلانا بھی غیر قانونی عمل ہے۔عوامی سطح پر نفرت پیدا کرنے کا عمل (VOLKSVERHETZUNG) جرمنی کے قانون کے مطابق جرم ہے چاہے اس کا ارتکاب (جرمن شہریوں کی جانب سے) جرمنی سے باہر ہو یا غیر جرمن شہری (جرمنی کے اندر) اس کے مرتکب ہوں بشرطیکہ اس جرم کے نتیجے میں جرمن علاقہ میں نفرت پیدا ہو سکتی ہو۔مثلاً جرمن علاقے میں کسی بھی گفتگو میں دیئے جانے والے باغیانہ بیانات کو جرمنی میں قابل دست اندازی جرم قرار دیا گیا ہے۔

آئس لینڈ (ICELAND)

آئس لینڈ میں نفرت انگیز تقریر کے بارے میں قانون صرف نفرت پھیلانے تک ہی محدود نہیں جیسا کہ آئس لینڈ کے ضابطہ فوج داری کے آرٹیکل نمبر 233A میں بیان کیا گیا ہے بلکہ اس میں عوامی سطح پر نفرت پیدا

کرنے والے عوامل کی تفصیل یوں دی گئی ہے:

’ہر وہ شخص جو تضحیک، طنز، اہانت، بے توقیری یا کسی بھی دوسرے طریقے سے کسی شخص یا گروہِ معاشرہ کی قومیت، رنگ، نسل، مذہب، جنسی شناخت کی بنیاد پر عوامی سطح پر توہین کرے اُسے جرمانہ یا دو سال تک قید کی سزا دی جاسکے گی۔‘

بھارت (INDIA)

بھارت میں اظہار کے ہر اُس طریقے پر پابندی ہے جسے کوئی بھی شخص اپنے مذہب کے لئے توہین آمیز سمجھتا ہو یا کسی بھی وجہ سے امن عامہ تہ و بالا ہوسکتا ہو۔ بھارتی آئین کے آرٹیکل نمبر 19 کی شق نمبر 1 میں آزادیِ اظہار کے حق کو تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔ لیکن آرٹیکل نمبر 19 کی شق نمبر 2 کے مطابق آزادی تقریر و اظہار رائے کے حق پر بھارت کی خودمختاری و سلمیت، ریاستی تحفظ، دیگر ممالک کے ساتھ دوستانہ تعلقات، امن عامہ، اخلاقیات، توہین عدالت سے متعلقہ اُمور، بے توقیری یا جرم کے برانگیختگی جیسے اُمور کے پیش نظر مناسب پابندیاں عائد کی جاسکتی ہیں۔

آئرلینڈ (IRELAND)

آئرلینڈ میں آئین کے آرٹیکل نمبر 40.6.1.i کے تحت آزادیِ اظہار کے حق کو تحفظ فراہم کیا گیا ہے، تاہم یہ آئین کے تحت ایک مشروط حق ہے اور یہ طے کیا گیا ہے کہ یہ حق کسی بھی طرح سے امن عامہ، اخلاق اقدار اور ریاستی اقتدار کو تباہ و تہ و بالا کرنے کے لئے استعمال نہیں کیا جائے گا۔

1989ء کے ’قانونِ امتناعِ نفرت‘ (PROHIBITION OF INCITEMENT TO HATRED ACT) کے مطابق اُن الفاظ یا رویوں کی بھی وضاحت کردی گئی ہے جو دھمکی آمیز، ناروا اور توہین آمیز ہیں۔ یا اس طرح کے تمام حالات کے تناظر میں ریاست کے کسی بھی گروہ معاشرہ کے خلاف نفرت بھڑکانے کا باعث بنیں۔ یا ان کے خلاف خاندان، نسل، رنگ، قومیت، مذہب، نسلی و قومی وابستگی یا آئرلینڈ میں سفر کرنے والے کسی بھی گروہ سے تعلق یا جنسی شناخت کی بنیاد پر نفرت پیدا ہوتی ہو۔

نیدرلینڈز (NETHERLANDS)

ڈچ ضابطہ فوج داری (DUTCH PENAL CODE) کے مطابق کسی بھی گروہِ معاشرہ کی توہین پر آرٹیکل نمبر 137c کے تحت اور نفرت و تعصب ابھارنے، گروہی امتیاز یا تشدد پر آرٹیکل نمبر 137d کے تحت پابندی عائد ہے۔ ضابطہ فوج داری میں درج جرائم کی تفصیل کچھ یوں ہے:

ہر وہ شخص جو عوامی سطح پر زبانی، تحریری یا تصویری عمل کے ذریعے اِرادتاً ایسی رائے کا اظہار کرے

جس سے کسی بھی گروہِ معاشرہ کی ان کے خاندان، مذہب، فلسفہ زندگی، ان کے متعدد جنسی یا ہم جنسی شناخت یا ان کی جسمانی، نفسیاتی یا ذہنی معذوری کی بنیاد پر توہین ہوتی ہو تو اُسے ایک سال سے زائد قید یا تیسرے درجے کی جرمانہ کی سزا دی جائے گی‘۔

نیوزی لینڈ(NEW ZEALAND)

نیوزی لینڈ میں 1993ء کے حقوقِ انسانی ایکٹ (HUMAN RIGHTS ACT 1993) کے مطابق نفرت انگیز تقریر شروع کرنا ممنوع ہے۔ سیکشن نمبر 61 (نسلی ناہمواری) کے مطابق دھمکی آمیز اور توہین و بے توقیری آمیز مواد کی اشاعت کرنا اور ایسے الفاظ کی ادائیگی جس سے کسی بھی گروہِ معاشرہ کے خلاف رنگ، نسل، نسلی و خاندانی اور قومی بنیادوں پر نفرت یا توہین پیدا ہوتی ہو غیر قانونی عمل ہے۔ سیکشن نمبر 131 نسلی ناہمواری پیدا کرنے کا عمل (INCITING RACIAL DISHARMONY) میں اُن جرائم کی تفصیل بیان کی گئی ہے جو اُس قانون کے تحت موجب سزا بنتے ہیں۔

ناروے (NORWAY)

ناروے میں نفرت انگیز تقریر پر قانوناً پابندی عائد ہے: اور اس کی تعریف یوں کی گئی ہے کہ اس سے مراد عوامی سطح پر ایسے بیانات دینا ہے جن کے نتیجے میں کسی بھی شخص کے بارے میں رنگ، نسلی وابستگی، ہم جنسی شناخت، مذہب یا فلسفہ زندگی کی بنیاد پر توہین یا نفرت پیدا ہو سکتی ہو۔

پولینڈ (POLAND)

پولینڈ میں نفرت انگیز تقریر قابل سزا جرم ہے جس کے تحت کسی بھی مذہبی تقریب کو تہہ و بالا کر کے یا عوامی سطح پر غلط پروپیگنڈا کر کے کسی بھی شخص کے مذہبی جذبات کو مجروح کیا گیا ہو۔ ان قوانین کے تحت ہر اُس عوامی اظہار پر پابندی ہے جس سے کسی بھی شخص یا گروہِ معاشرہ کی قومیت، نسلی، خاندانی یا مذہبی وابستگی نہ ہونے کی بنیاد پر توہین ہوتی ہو۔

سنگاپور (SINGAPORE)

سنگاپور میں کئی ایسے قوانین منظور کیے گئے ہیں جن کے مطابق مختلف مذہبی گروہوں میں تفرقہ پیدا کرنے والی تقریر پر پابندی عائد ہے۔ مذہبی ہم آہنگی کا قانون اس طرح کی قانون سازی کی واضح مثال ہے۔ ضابطہ فوجداری کے مطابق کسی بھی شخص کی ایسی ارادی سرگرمیوں کو جرم قرار دیا گیا ہے جس سے مختلف نسلی اور مذہبی گروہوں کے درمیان نسل یا مذہب کی بنیاد پر نفرت پیدا ہو سکتی ہے۔ مزید برآں کسی بھی شخص کے ایسے عمل کو جرم قرار دیا گیا ہے جس سے کسی بھی فرد کے مذہبی اور نسلی و خاندانی احساسات و جذبات مجروح ہوتے ہوں۔

جنوبی افریقہ (SOUTH AFRICA)

جنوبی افریقہ میں نفرت پیدا کرنے والی تقریر جس سے تشدد کے لئے برانگیختگی اور جنگ کا پروپیگنڈا ہوتا ہو، کو خصوصی طور پر آئین میں موجود آزادی اظہارِ رائے کے حق سے خارج کیا گیا ہے۔ 2000ء کے فروغِ مساوات اور ناجائز امتیاز کے امتناع کے قانون (PROMOTION OF EQUALITY AND PREVENTION OF UNFAIR DISCRIMINATION ACT, 2000) میں درج ذیل شقیں شامل کی گئی ہیں۔

کوئی بھی شخص کسی بھی شخص کے خلاف ممنوعہ بنیاد پر کوئی بھی لفظ شائع، نشر، ادا یا فروغ پذیر نہیں کرے گا جن سے مناسب اور عام عقلی انداز سے یہ واضح اشارے اخذ کئے جاسکتے ہوں کہ:

i. وہ تکلیف دہ ہوں۔

ii. وہ اذیت انگیز اور مجروح کرنے والے ہوں۔

iii. نفرت پیدا کرتے اور پھیلاتے ہوں۔

ممنوعہ بنیاد سے مراد نسل، جنس، نوع، تعلق، جنسی عمل، ازدواجی حیثیت، خاندانی یا سماجی وابستگی، رنگ، جنسی شناخت، عمر، معذوری، مذہب، سمجھ بوجھ، عقیدہ، کلچر، زبان یا پیدائش کی شناخت ہے۔ کسی کی عزت و وقار کو غیر قانونی طور پر ارادتاً اور سنگین طور پر مجروح کرنے کا عمل (CRIMEN INJURIA) ایسا جرم ہے جس پر نفرت انگیز تقریر کے قانون کے تحت سزا دی جاسکتی ہے۔

2011ء میں جنوبی افریقہ کی عدالت نے ایک ایسے گانے (DUBULU IBHUNU [SHOOT THE BOER]) پر پابندی لگادی جس میں افریقیوں کی توہین کی گئی تھی کیونکہ اس گانے میں جنوبی افریقہ کے اُس قانون کی خلاف ورزی کی گئی جس میں ہر اُس تقریر پر پابندی عائد کی گئی ہے جس سے اذیت دینے، تکلیف پہنچانے اور نفرت پھیلانے کا واضح ارادہ نظر آتا ہو۔

سویڈن (SWEDEN)

سویڈن میں نفرت انگیز تقریر پر پابندی عائد کی گئی ہے اور اس سے مراد عوامی سطح پر ایسے بیانات دینا ہے جس سے کسی بھی گروہ یا نسلی گروہ کے خاندان، قومیت، نسلی پہچان، عقیدہ یا جنسی شناخت کی بنیاد پر توہین ہوتی ہو یا انہیں عدمِ تحفظ کا احساس ہوتا ہو۔

تاہم اس قانون کے تحت کسی مناسب اور ذمہ دارانہ مباحثہ (EN SAKING OCH VEDERHAFTIG DISKUSSION) یا ایسے بیان پر پابندی عائد نہیں کی گئی جو مکمل طور پر رازداری

کے ساتھ دیا گیا ہے۔

اسی طرح ایسی بہت سی دستوری پابندیاں بھی عائد کی گئی ہیں جن کے تحت کئی اُمور کو حقوقِ انسانی کے یورپی کنونشن کے قواعد وضوابط کے مطابق جرم قرار دیا گیا ہو۔

سوئٹزرلینڈ (SWITZERLAND)

سوئٹزرلینڈ میں بھی عوامی تفرقہ بازی یا کسی شخص یا افراد معاشرہ کے خلاف نسل، قومیت وغیرہ کی بنیاد پر نفرت پھیلانے کے عمل کو تین سال تک قید کی سزا کا موجب جرم قرار دیا گیا ہے۔ 1934ء میں BASEL-STADT کے علاقے کی انتظامیہ نے یہودیوں کے خلاف نفرت پیدا کرنے والی تقریر کو جرم قرار دیا مثلاً یہودیوں کے مذہبی قتل، خصوصاً یہودی مخالف نازیوں کے ردِعمل اور اس طرح کے بیان جاری کرنے والے اختیار (VOLKSBUND) وغیرہ۔

محترم صدر / وزیراعظم

مندرجہ بالا قوانین اور ان کے نتیجے میں ہونے والے فیصلوں سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ آزادیِ اظہارِ رائے کا حق بنیادی انسانی حق ہے۔ لیکن یہ دوسری آزادیوں کی طرح ایک اضافی اور مشروط آزادی ہے۔ اسلام اور اس کے بنیادی عقائد کے بارے میں ہزاروں کتابیں اور اخباری مضامین تاحال شائع ہو چکے ہیں جن میں اسلام اور اس کے بنیادی عقائد پر تنقید کی گئی ہے لیکن مسلمان علمی مباحثے پر کبھی اعتراض نہیں کرتے کیونکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ عمل اسلام کے بارے میں جاری مباحثے کا حصہ ہے اور یہ سب کچھ آزادیِ اظہارِ رائے کی حدود کے اندر ہے۔ آج دنیا میں اخبارات میں ایسے لاتعداد مضامین شائع ہوئے ہیں جن میں اسلام کی غلط تعبیرات پیش کی جاتی ہیں بلکہ اکثر اوقات تو اسلام اور اس کے قوانین کے بارے میں مبینہ انداز میں مکمل جھوٹ پر مبنی مبالغہ آمیز کہانیاں بھی بیان کی گئی ہیں لیکن مسلمان انہیں نہ صرف برداشت کرتے ہیں بلکہ رواداری کا رویہ بھی اپنائے ہوئے ہیں کیونکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ لبرل جمہوریتوں پر مبنی جن معاشروں میں رہ رہے ہیں یہ سب کچھ ان کا جزوِ لاینفک ہے۔

لیکن جب اظہارِ رائے کی آزادی کا یہ حق غلط طور پر استعمال کیا جاتا ہے اور اسلام کے بہت ہی مقدس عناصر قرآن اور صاحب قرآن کی واضح طور پر توہین کی جاتی ہے تو اس سے لازمی طور پر مسلمانوں میں اضطراب اور اشتعال پیدا ہوگا۔ ایسے حالات میں جب دنیا دہشت گردی کے خاتمہ کی جدوجہد میں مصروف ہے۔ اشتعال انگیزی اور نفرت جیسے عوامل کا مکمل طور پر تدارک درکا ہے تاکہ یہ پھر سر نہ اُٹھا سکیں کیونکہ یہ دہشت گردی کو ہوا دینے کا باعث بنتے ہیں اور یہ دنیا کا امن تباہ کرنے کا موجب بن سکتے ہیں۔ دہشت گردی کو ہوا دینا امن کو تباہ کرنے کی بہت بڑی سازش ہے۔ اس لئے ضروری ہے انسانیت کی بقا کے لئے ایسے مؤثر ترین اقدامات کئے

جائیں جن سے اس طرح کے توہین آمیز اقدامات کا ہمیشہ کے لئے تدارک کیا جا سکے۔

محترم صدر/ وزیر اعظم

مکمل احساسِ ذمہ داری کے ساتھ دنیا میں امن و آشتی کے عمل کو فروغ دینے میں مصروفِ کار رہنا اور دہشت گردی کی قوتوں سے نبرد آزما ہونا وقت کا اہم ترین تقاضا ہے۔ اس گستاخانہ فلم سے نہ صرف ڈیڑھ ارب مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوئے ہیں بلکہ دنیا کے مختلف مذاہب اور تہذیبوں سے تعلق رکھنے والے اُن اربوں امن پسند لوگوں کو بھی سخت اذیت پہنچتی ہے جو دنیا بھر میں انتہا پسندی کے خاتمے کے لئے کی جانے والی کوششوں کی تائید کر رہے ہیں۔ اس فلم سے صرف دہشت گردوں کو تقویت ملی ہے اور ان لوگوں کے حوصلے بہت پست ہوئے ہیں جو دہشت گردی کے خلاف ہیں۔ ان گستاخانہ فلم سے مسلم دنیا میں اشتعال پیدا ہوا ہے اور امن پیدا کرنے والی قوتوں کے لئے مشکلات بڑھی ہیں۔ اس طرح کا عمل مجرمانہ ہے اور اس سے انسانیت میں نفرت اور تفریق مزید بڑھے گی۔

چند مٹھی بھر افراد چاہے ان کا تعلق مسجد سے ہو یا کلیسا سے، کو اس بات کی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ اس دنیا میں پر امن بقائے باہمی کے ماحول کو تباہ و برباد کرتے پھریں۔ ان کے نام نہاد آزادیِ رائے کے اظہار کے حق کو امن عالم پر فوقیت نہیں دی جا سکتی۔ اگر ہم آج اس طرح کے واقعات کو نہیں روکتے تو اس سے آنے والی نسلوں کے لئے ہم انتہائی خوف ناک ماحول پیدا کرنے کا باعث بنیں گے۔ لہٰذا افراد ہوں یا مختلف طبقات کسی کو امن عالم تباہ کرنے کی اجازت نہیں دی جانی چاہئے۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ اس سلسلے میں ہم بین الاقوامی سطح پر اقوامِ متحدہ (UN) میں ضروری قانون سازی کا اہتمام کریں۔ مجھے یقین ہے کہ اس انتہائی نازک ترین صورتِ حال میں دنیا بھر میں جہاں کہیں بھی دہشت گردی پر مبنی سرگرمیاں موجود ہیں اُن کے خلاف کامیابی کے حصول اور امن عالم کے تحفظ اور بین المذاہب ہم آہنگی کے قیام کے لئے آپ غیر معمولی طور پر قائدانہ کردار ادا کریں گے۔ اور آج دنیا میں مذہبی احساسات کے مجروح ہونے پر جو غیر معمولی ردِ عمل سامنے آ رہا ہے اُس کے اسباب کی روک تھام کے لئے مؤثر اقدامات بروئے کار لائیں گے۔ (29 ستمبر 2012ء)

نوٹ: ماہنامہ پیامِ اسلام آباد (دسمبر 2012ء) میں اس مضمون کے ساتھ حوالہ جات کی فہرست بھی شائع کی گئی ہے، جسے یہاں اختصار کی غرض سے شائع نہیں کیا گیا۔ جن حضرات کو یہ حوالہ جات مطلوب ہوں وہ مذکورہ رسالہ میں ملاحظہ فرمالیں یا اس کی فوٹو کاپی ہم سے حاصل کر لیں۔

(ادارہ ماہنامہ حکمت بالغہ)

ایم اے، ایم فل، پی ایچ ڈی اور شہادۃ العالمیہ کا

تحقیقی مقالہ کیسے لکھیں (3)

(علوم اسلامیہ وعربیہ کے طلبہ کے لیے جدید رہنما اصول اور طریقے)

پروفیسر خورشید احمد سعیدی

انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد

(بشکریہ ماہنامہ متاعِ کارواں بہاولپور، دسمبر 2014ء)

7. موضوع پر تحقیق کی حدود:

بہت سے مقالہ نویس جب اپنے موضوع کا خاکہ لکھتے ہیں تو اپنی تحقیق کی حدود کا تعین نہیں کرتے۔ یہ بات سمجھنا کوئی مشکل امر نہیں ہے کہ دنیا میں ہمہ وقت تسلسل سے تحقیقی کام ہو رہا ہے۔ نہ صرف یہ کہ تحقیقی کام مسلسل ہو رہا ہے بلکہ یہ ہزاروں، سینکڑوں سالوں سے ہو رہا ہے۔ گویا عنوان کی عبارت میں اور خاکہ کے اس عنصر میں موضوع کی زمانی حدود کا ذکر کرنا چاہیے۔

بے شمار موضوعات پر مسلسل ہونے والا کام دنیا کے مختلف خطوں، ملکوں، اداروں اور اشخاص کے ہاتھوں ہو رہا ہے۔ اس لیے آج کسی بھی محقق کے لیے ممکن نہیں کہ وہ دنیا بھر کے محققین کے دماغ سے نکل کر صفحۂ قرطاس پر یا میڈیا کی کسی اور شکل میں شائع ہونے والے نتائج کا اِحاطہ اور مطالعہ کر سکے۔ اس لیے مقالہ نویس کو اپنے موضوع کی مکانی حدود کا بھی ذکر کرنا چاہیے کہ اس کا کام پاکستان تک محدود ہوگا، براعظم ایشیا تک محدود ہوگا، براعظم افریقہ تک محدود ہوگا، براعظم یورپ تک محدود ہوگا، براعظم شمالی امریکہ یا براعظم جنوبی امریکہ تک۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ موضوع کسی ایک صوبے یا ضلع یا کسی ایک ادارے یا تنظیم کے دائرہ اثر تک محدود ہو۔ یہی وجہ ہے کہ دَورِ حاضر میں ایریا سپیشلائزیشن کا رواج بڑھ رہا ہے۔

اس کے علاوہ محقق کو یہ حقیقت کبھی بھی فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ ہزاروں سالوں

سے اور دنیا بھر میں ہونے والا کام صرف اُس کی زبان میں نہیں ہو رہا۔ گوگل ویب سائٹ کے ایک اندازے کے مطابق اس وقت دنیا میں چھ ہزار پانچ سو زبانیں بولی جاتی ہیں۔ اگرچہ ان سب میں قابل ذکر علمی کام نہیں پایا جاتا پھر بھی ان زبانوں کی تعداد ہزاروں کو پہنچتی ہے جس میں علمی کام شائع ہو رہا ہے۔ اس لیے مقالہ نویس جس جس زبان کے ادب کا مطالعہ نہیں کرسکتا اسے موضوع کی حدود میں ذکر کرے۔ یہ اگر مشکل معلوم ہو تو صرف ان زبانوں کا ذکر کرے جن میں شائع شدہ ادب کا مطالعہ وہ کرسکتا ہے۔ بعض اوقات موضوع سے متعلق مصادر و مراجع مقالہ نویس کی زبان میں ہوتے ہیں لیکن وہ اس کی پہنچ یا رَسائی میں نہیں ہوتے۔ مثلاً ذاتی کتب خانوں کے مخطوطات۔ لہٰذا ایسا موضوع منتخب نہیں کرنا چاہیے جس پر کام کرتے وقت متعلقہ مواد حاصل نہ ہو سکے۔

مذہبی دنیا میں ہزاروں فرقے پائے جاتے ہیں، سیاسی جماعتوں میں توڑ پھوڑ ہوتی رہتی ہے، نئی نئی تحریکیں وجود میں آتی اور مٹتی رہتی ہیں، معاشرے کے سماجی و معاشی حالات بھی تغیر پذیر ہیں۔ موضوع پر کام مکمل کرنے کے لیے بھی مقالہ نویس کا وقت محدود ہوتا ہے۔ اِن کے علاوہ بھی بہت سے ایسے امور ہیں جن کی وجہ سے اپنے مقالے کی حدود اس طرح واضح نکات میں بیان کرنا ضروری ہوتی ہیں کہ ایک طرف وہ وقت پر مکمل ہوتا نظر آئے تو دوسری طرف کسی کا اعتراض وارد نہ ہو سکے۔ مثلاً مذکورہ موضوع کی حدود کچھ یوں بیان کی جاسکتی ہیں:

i. باحث صرف ان قرآنی آیات پر توجہ مرکوز کرے گا جن کا تعلق نصاریٰ سے براہ راست یا بالواسطہ ہے۔

ii. باحث اس تحقیقی موضوع میں اگرچہ دوسرے مسلم علماء کی تصنیفات سے استفادہ کرے گا لیکن اس کی توجہ مولانا غلام رسول سعیدی صاحب کی تفسیر تبیان القرآن پر مرکوز ہوگی۔

iii. اس موضوع پر تحقیق نصاریٰ سے متعلق صرف ان موضوعات پر ہوگی جن کا قرآن مجید میں بیان ہوا ہے۔

iv. محقق نصاریٰ سے متعلق پورے قرآن مجید اور مکمل تفسیر تبیان القرآن کو اپنی تحقیق میں شامل کرے گا۔

v. محقق عربی، اردو اور انگریزی کتب سے بھی استفادہ کرے گا۔

8. موضوع پر تحقیق کا منہج:

کسی بھی موضوع پر تحقیقی کام کرنے کے لیے کئی طریقے یا مناہج ہوتے ہیں۔ اپنے موضوع کے خاکہ میں مقالہ نویس اُس منہج کا صاف صاف انداز میں ذکر کرتا ہے کہ اس کا منہج تقابلی ہوگا، تحلیلی وتنقیدی ہوگا، وہ وصفی مطالعہ ہوگا، اس کا منہج جدلی اور کلامی ہوگا، استقرائی اور استنباطی ہوگا، یا اس کا منہج فلسفیانہ ہوگا۔اس کے ساتھ ساتھ یہ بتانا بھی اہم ہوتا ہے کہ منتخب منہج Qualitative یا Quantitative ہوگا۔ جو منہج موضوع کی نوعیت، بنیادی سوالات اور محقق کے اہداف سے مناسبت رکھتا ہو اس کا بیان خاکہ کے اس عنصر میں بہت ضروری ہوتا ہے۔ مثلاً مذکورہ موضوع کا منہج تحلیلی، تجزیاتی، کہیں کہیں تقابلی اور تنقیدی بھی ہوگا۔ان مناہج کی تفصیل اصول البحث، مناہج بحث، اصول تحقیق وغیرہ نامی کتب میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے جو عربی، اُردو اور انگریزی زبانوں میں شائع ہوئی ہیں۔انہیں بازار سے حاصل کیا جاسکتا ہے اور انہیں انٹرنیٹ سے بھی ڈاؤن لوڈ کیا جاسکتا ہے۔اس جگہ ان سب کی تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔

9. موضوع کے ابواب وفصول:

خاکہ کے اس عنصر میں مقالہ نویس اپنے سوالات کے پیش نظر ابواب اور ان کے عنوانات کا ذکر کرتا ہے۔ اگر ابواب وسیع مزاج اور عریض نوعیت کے ہوں تو ہر باب کے نیچے فصول میں اس کی تقسیم کرنی چاہیے اور ہر فصل کا نام یعنی عنوان بھی جامع انداز میں لکھنا چاہیے۔ اگر فصول بھی مزید تقسیم ہوسکیں تو ان کے نیچے مباحث اور ان کے عنوانات بھی ذکر کرنا چاہیے۔ اگر ضرورت ہو تو مباحث بھی آگے مطالب یا نکات میں تقسیم کرنے چاہئیں۔ تاکہ مقالہ نگار اور اس کے مشرف پر تحقیقی کام کی متنوع تہیں اور متعدد پہلو بالکل واضح ہوں۔ بس یہ بات کبھی بھی فراموش نہ ہو کہ ابواب وفصول اور مباحث ومطالب دراصل تحقیق کے لیے اٹھائے گئے سوالات کے جوابات ہیں جو صفحہ عنوان پر لکھی عبارت سے گہرے طور پر مربوط ہیں۔ جو باب، فصل، مبحث یا مطلب یا نکتہ اٹھائے گئے سوالات اور صفحۂ عنوان پر لکھے موضوع سے مربوط نہ ہو اسے مقالہ میں کسی طرح بھی شامل نہیں کرنا چاہیے۔ وہ باب، فصل یا مبحث موضوع سے گہرا تعلق رکھتا ہے جس کے بغیر موضوع پر بحث ادھوری اور نامکمل معلوم ہو۔ اگر اسے ہٹا دیا جائے تو تحقیق کے پورے

ڈھانچے میں ایک خلا پیدا ہو جائے۔ اگر ایسا نہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ باب، فصل یا مبحث غیر متعلق ہے، اسے شامل نہیں کرنا چاہیے۔

مثلاً مذکورہ موضوع کے ابواب و فصول کچھ یوں ہو سکتے ہیں:

مقدمہ:

تعارف موضوع

اہمیت موضوع

تعارفِ مقالہ اور اس کا پس منظر

(تکمیل شدہ مقالہ کے شروع میں خطۃ البحث میں ترمیم کر کے بھی مقدمہ لکھ سکتے ہیں۔)

باب اوّل: نصاریٰ کے عقائد و عبادت کے بارے میں قرآنی موقف اور تفسیر تبیان القرآن

فصل اوّل: نصاریٰ کے عقائد و عبادت کے بارے میں قرآنی آیات

فصل دوم: تفسیر تبیان القرآن کا نصاریٰ کے عقائد و عبادات کے بارے میں موقف

باب دوم: مسلم مسیحی تعلقات و معاملات کے بارے میں قرآنی موقف اور تفسیر تبیان القرآن

فصل اوّل: مسلم مسیحی تعلقات و معاملات کے بارے میں قرآنی آیات و موضوعات

فصل دوم: مسلم مسیحی تعلقات و معاملات کے بارے میں تفسیر تبیان القرآن کا موقف

باب سوم: مسلم مسیحی تنازعات کے حل کے لیے تفسیر تبیان القرآن کی روشنی میں اصول

فصل اوّل: مسلم مسیحی دینی تنازعات کا تفسیر تبیان القرآن کی روشنی میں حل

فصل دوم: مسلم مسیحی سماجی و سیاسی تنازعات کا تفسیر تبیان القرآن کی روشنی میں حل

خاتمہ بحث:

نتائج بحث

مزید تحقیق کے موضوعات

سفارشات

10. فہرست مصادر و مراجع:

کسی بھی موضوع پر کام یا تحقیق کے لیے استعمال ہونے والا مواد یا تو مصادر میں سے

ہوتا ہے یا پھر مراجع میں سے۔عربی اور اسلامی موضوعات پر تحقیق کرنے والے پاکستانی محققین کے مصادر و مراجع عموماً اردو، عربی اور انگریزی زبانوں میں ہوتے ہیں کیونکہ وہ عام طور پر ان زبانوں کو جانتے ہیں۔اس لیے خاکہ کی تیاری میں مصادر و مراجع کو ان کی زبانوں کے لحاظ سے الگ الگ مرتب کرنا چاہیے۔

مصادر و مراجع کی فہارس مرتب کرتے وقت یہ ذہن میں رہے کہ ان کی فہرست الف بائی ترتیب میں ہو۔ پہلے مصنف کا نام، پھر تصنیف/تالیف کا پورا نام، پھر مترجم کا نام، پھر مقام طبع (شہر، ملک کا نام)، پھر ناشر کا نام، پھر طبع نمبر، پھر سن اشاعت لکھا جاتا ہے۔کتاب کے نام کے نیچے خط لگانا، یا اسے بولڈ کرنا یا ترچھا لکھنا چاہیے۔ان میں سے ہر ایک جزو کے بعد کامہ لگانا نہیں بھولنا چاہیے۔مثلاً غلام رسول سعیدی، تبیان القرآن، فرید بک سٹال، لاہور، ط۷، ۲۰۰۷ء۔

اس سلسلے میں نئے مقالہ نگار اُن مقالات سے بھی استفادہ کر سکتے ہیں جو محنت کروانے والے کسی نگرانِ مقالہ کی نگرانی میں مدرسہ میں یا یونیورسٹی میں مکمل ہو چکے ہوں۔مشاہدے میں یہ بات آئی ہے کہ بعض مقالہ نویس ایک جدول یا ٹیبل میں یہ معلومات الگ الگ کر کے لکھتے ہیں۔ ایسا کرنا علمی انداز کے مطابق نہیں سمجھا جاتا۔ مقالہ کے اندر کسی اقتباس یا منقول عبارت کا حوالہ دیتے وقت مذکورہ معلومات کے علاوہ قوسین، جلد نمبر اور صفحہ نمبر، وغیرہ اُمور کا بھی حاشیہ میں ذکر کرنا ہوتا ہے جس کی تفصیل کا یہ مقام نہیں۔

یہ واضح رہے کہ خاکہ میں شامل مصادر و مراجع کی فہرست ابتدائی فہرست ہوتی ہے جو مقالہ کی تکمیل پر بڑھ جاتی ہے اور اس میں نمایاں اضافہ اور تبدیلی آ جاتی ہے۔اس لیے اس میں مذکورہ فنی اصلاحات اور تبدیلیاں ضرور کرنی چاہئیں۔اس سے نہ صرف مقالہ کے نمبر زیادہ ملتے ہیں بلکہ دوسروں کو یا خود مقالہ نویس کو بھی بعد میں کسی کتاب یا مصنف کے بارے میں معلومات جاننے کے لیے آسانی ہوتی ہے۔

☆☆☆☆☆

دیگر اہل علم کو دعوت ہے کہ اگر وہ اس موضوع پر قلم اُٹھائیں

تو حکمت بالغہ کے صفحات ان کے لیے حاضر ہیں۔(ادارہ)

(3)

جدید اسلامی سکولوں میں بھی

ہم بچوں کو کیا پڑھاتے ہیں؟

ہر کتاب کو اسی زاویے سے دیکھیے

(گزشتہ سے پیوستہ)

سیّد خالد جامعی

شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، کراچی یونیورسٹی

جدید اسکول اٹھارھویں صدی کے جدید مغرب کی ایجاد ہیں لہٰذا ان اسکولوں اور اس کے نظام سے وہی تصویریں نکلیں گی جو مغرب کو پسند ہیں۔ اصل سوال وہ ہے جو شیر کے جواب میں پنہاں ہے کہ یہ تصویر میں نے نہیں بنائی ورنہ میں شیر کی تقدیر بدل دیتا یہ تصویر شیر بناتا تو انسان وہاں ہوتا جہاں اب شیر کو دکھایا گیا ہے یعنی شیر کے قدموں میں انسان۔ بالکل اسی طرح یہ جدید مغربی اسکول ہماری علمیت، اسلامی تاریخ و تہذیب نے تخلیق نہیں کیے مگر اب یہ اسکول مغرب سے متاثر ہو کر ہم نے بھی بنا لیے ہیں تو کم از کم ان اسکولوں سے نکلنے والی نسل کی تصویر کیسی ہونی چاہیے؟ ہم سب کا دینی، ملّی، اخلاقی، تہذیبی، ایمانی فریضہ ہے کہ اس سوال کا جواب مل جل کر تلاش کریں ابتدائی کوشش کے طور پر اس سوال کا جواب تلاش کرنے کے لیے جنریشن اسکول کی کتابوں کا مختصر تجزیہ پڑھیے:

پہلی کتاب The Pan Cake کہانی ہے۔ شیف یعنی باورچی سر پر سفید ٹوپی اوڑھے سفید کوٹ پہنے ہوئے نہایت مہذب طریقے سے باورچی خانے میں کیک بنانا سِکھا رہا ہے ایک پیالہ لو۔ اس میں آٹا اور انڈے Eggs and Flour ڈالو اور اس میں دودھ Milk ڈالو ان اجزاء کو پھینٹ لو۔ اب حلوہ بھوننے والے برتن (فرائنگ پین) میں مکھن ڈالو، باورچی مکھن برتن میں ڈال کر اس میں دودھ، انڈے آٹے کا آمیزہ شامل کر دیتا ہے اور پھر کیک بن جاتا ہے

وہ کیک ہوا میں اچھال کر کرتب دکھا رہا ہے۔ باورچی خانہ میں کُتا بھی بیٹھا ہوا ہے بچے کیک کے اچھلنے کا منظر حیرت سے دیکھ رہے ہیں بچے برتن ہاتھوں میں پکڑ کر دوڑ رہے ہیں اور کیک اچھال کر اسی برتن میں گرا رہے ہیں یہ کمالات ہیں ایک لڑکی کیک اچھالتی ہے تو وہ کیک فرائی پین میں واپس گرنے کے بجائے محترمہ کے سر کو چھو لیتا اور وہیں قیام پذیر ہو جاتا ہے پیچھے آنے والا ہجوم چیخ رہا ہے خوش ہو رہا ہے تالیاں بجا کر شور مچا رہا ہے لکھا ہے The Pan cake race ایک اسلامی اسکول میں تہذیب کا سبق ہم مغربی طور طریقوں سے سیکھتے ہیں اس کی دلیل عموماً یہ دی جاتی ہے کہ مغرب کی غالب تہذیب، تمدن، معاشرت سے واقفیت ضروری ہے اگر ہم مغرب کی چیزوں سے واقف نہ ہوئے تو مغرب سے بہت زیادہ مرعوب ہوں گے۔ واقفیت اس مرعوبیت کو کم کردے گی۔

دوسری کتاب کا نام ہے Who is it ایک چراغ جل رہا ہے بچہ سامنے کھڑا ہے پیچھے کھڑے ہوئے دو بچوں کا سایہ دیوار پر پڑ رہا ہے بچے سایہ دیکھ کر حیران ہیں پوچھتے ہیں Who is it بچے بتاتے ہیں کہ یہ Biff اور Chip کا سایہ ہے پھر امی اور Kipper کا سایہ آجاتا ہے امی ہاتھ میں مچھر مار آلہ لے کر ایک مکّھی مار رہی ہیں پھر کُتّے کا سایہ آتا ہے پھر خلائی انسان Space man کا سایہ نظر آتا ہے بچے حیران ہیں کہ خلانورد یہاں کیسے آگیا ہے پھر والد محترم ہنستے ہوئے آتے ہیں بچے کہتے ہیں No, Its Dad ارے یہ تو ابو جان ہیں موصوف کے منہ میں سگار ٹائپ پائپ لگا ہوا ہے جنگل کے طوطوں جیسے رنگ برنگے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ عصر حاضر کا رنگ یہی ہے بڑے بوڑھے اور مذہبی لوگ بھی اب شوقیہ رنگ برنگے کپڑے پہنتے ہیں اور سفید کپڑے پہننے والوں پر اعتراض کرتے ہیں ۔کوئی ڈاکٹر، نرس، باورچی Cheif، ٹریفک پولیس، نیوی کے افسروں سے نہیں پوچھتا کہ تم ہمیشہ سفید کپڑے کیوں پہنتے ہو کوئی ڈاکٹر سے نہیں پوچھتا کہ زخمی کو ہمیشہ سفید پٹی کیوں باندھتے ہو کوئی پولیس اور فوجی سے نہیں پوچھتا کہ ہمیشہ ایک رنگ کا لباس کیوں پہنتے ہو؟

تیسری کتاب کی کہانی ہے The Lost Teady امی اور بیٹا سفر کے لیے نکلتے ہیں تو منے میاں بھالو لے کر بس میں بیٹھتے ہیں۔ بس سے اترتے ہوئے بچہ بھالو نشست پر بھول جاتا

ہے بس چلی جاتی ہے اور بچہ رونے لگتا ہے۔ میرا بھالو میرا بھالو۔ گھر پہنچتے ہیں تو منے میاں نہایت غمزدہ آنکھ سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے ہیں اداسی نے گھر کے درو بام پر اپنے بال پھیلا دیے ہیں تمام بہن بھائی طرح طرح کے قسم قسم کے کھلونوں کا ان کے بستر پر ڈھیر لگا دیتے ہیں مگر وہ تمام کھلونے مسترد کرتے ہیں کوئی ان کو پسند نہیں آتا کسی پر نظر نہیں ٹھہرتی عالی شان گھر کے عالی شان کمرے میں گھڑی لگی ہے، مہنگا ٹیبل لیمپ رکھا ہے شان دار مسہری ہے قیمتی خوبصورت قالین کارپیٹ بچھا ہوا نرم نرم موٹے موٹے تکیے ہیں کرسی پڑی ہوئی ہے دیواروں پر مصوری کے شاہکار لگے ہیں کھڑکی میں بہت بڑا شیشہ لگا ہے جس سے رات کا منظر، عمارتیں، چاند، ستارے، پودے، درخت سب نظر آ رہے ہیں مگر منے میاں کا غم کم نہیں ہوتا آنسو تھمتے نہیں، ہچکیاں، سسکیاں بند نہیں ہوتیں روتے روتے سو جاتے ہیں رات جیسے تیسے گزر جاتی ہے صبح سویرے امی ان کو بس کمپنی کے دفتر لے جاتی ہیں جہاں مسافروں کی کھوئی ہوئی اشیاء املاک وغیرہ Lost Property کا مال خانہ (اسٹور) ہے جہاں بس سے ملنے والی اشیاء جمع کی جاتی ہیں اور مسافروں کو واپس کی جاتی ہیں منے میاں کو بھالو مل جاتا ہے ان کی باچھیں کھل جاتی ہیں۔ یہ کس قسم کا بچہ خلق ہوا ہے جو دنیا بھر کے کھلونے پا کر بھی خوش نہیں ہے اور اس بچے کی تعلیم تربیت اصلاح کرنے والا بھی کوئی نہیں سب اس کی ہر خواہش پوری کر رہے ہیں جدید اکنامکس اسی انسان کے لیے پیدا ہوئی ہے لہٰذا اکنامکس میں انسان انسان نہیں Homoeconomicus کہلاتا ہے ایک افادی، حسی، تجربی، لذت پرست وجود اکنامکس انسان کو طالب الذات جانور قرار دیتی ہے Man is a pleasure seeking animal ظاہر ہے طالب الذات وہی کام کرے گا جو منے میاں کر رہے ہیں لہٰذا جدیدیت کا مسئلہ نفس مطمئنہ سے کامل محرومی ہے۔

چوتھی کتاب کی کہانی کا عنوان ہے Look Out عالی شان گھر ہے جس میں بچوں والی شان دار موٹر سائیکل کھڑی ہے گھر کے اندر صحن چمن ہے، بہترین چمکتی دمکتی گاڑی کھڑی ہے گھاس میں منے میاں موٹر سائیکل چلانے کی تیاری کر رہے ہیں۔ سر پر ہیلمٹ باندھ رہے ہیں امی گھاس کاٹنے کی مشین سے گھاس کاٹ رہی ہیں منے میاں موٹر سائیکل چلاتے ہیں تو کئی گملوں کو گرا دیتے ہیں۔ شور دھواں پھیل رہا ہے کتا بھاگا ہوا آ رہا ہے بلّی خوف زدہ ہے آواز سے

—امّی نے ہاتھ میں دستانے پہنے ہوئے ہیں وہ باغ بانی (Gardening) میں مصروف ہیں مگر چیخ رہی ہیں کہ تم کیا کر رہے ہو منّے —امّی نے پتلون قمیض پہن رکھی ہے اسلام نے کب منع کیا ہے کہ عورت مرد جیسے کپڑے نہ پہنے اور ویسے بھی دنیا کو سب سے پہلے عورت مرد کی مساوات کا سبق تو اسلام نے ہی دیا ہے اس طرح کے کپڑے پہن کر ہی عورت کو آزادی کا احساس ہوتا ہے بہن خیمے میں بیٹھی ہے خیمے کے اوپر تار پر بہن کے کپڑے ٹنگے ہوئے ہیں منے میاں غلط موٹر سائیکل چلاتے ہیں خیمے کی میخ نکل جاتی ہے کپڑوں کا تار منے کی گردن میں — تمام کپڑے گر جاتے ہیں بہن چیختی ہے منے میاں گھر میں گُھس جاتے ہیں پھلوں کی الماری، دوات، رنگ کی بوتلیں —منظر نامے [Scenery] سب گرا دیتے ہیں کمرے کا حشر نشر ہو جاتا ہے ابّا امّی حیرانی سے دیکھتے ہیں مگر چپ ہیں ڈبل روٹی اِدھر اُدھر اڑ کر گر رہی ہے آخر کار امی آجاتی ہیں راستہ بناتی ہیں گملے رکھتی ہیں سڑک کا منظر پیش کر دیتی ہیں ایک بچے کے ہاتھ میں رکو Stop کا گتہ دیتی ہیں ایک بچی کے ہاتھ میں بچو رک جاؤ Stop Children کا پلے کارڈ ہے کتا نگرانی کر رہا ہے راستے بن گئے ہیں ٹریفک کا نظام قائم ہو گیا ہے منے میاں مہذب (سولائزڈ) ہو گئے ہیں اب وہ طے شدہ راستے پر سفر کریں گے ان شاء اللہ نقصان نہیں ہو گا نظم وضبط تو اسلام بھی سکھاتا ہے۔ مغرب نے یہ سب کچھ اسلام سے لیا ہے۔ اسلام کی میراث ہم آکسفرڈ کی کتابوں کے ذریعے مسلمانوں کو منتقل کر رہے ہیں اس میں کیا حرج ہے؟

پانچویں کتاب کا نام ہے Fun at the Beach سرورق پر ایک عورت نیکر پہنے بچی کے ساتھ ساحل سمندر کی سیر کر رہی ہے منے میاں ابا امی بہن بھائی کُتّے کے ساتھ جا رہے ہیں ایک آدمی تماشہ دِکھا رہا ہے آئینے کے اندر امی ابا کی شکل بدل گئی ہے آئینوں میں کُتّے امی ابا بچے عجیب وغریب نظر آرہے ہیں سب کا حلیہ خراب ہو گیا ہے کُتّا بھی بالکل ٹیڑھا پتلا باؤلا لگ رہا ہے بچے کھیلوں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں ابا کُتّے کو پکڑے کھڑے ہیں۔ اب کُتّے کو کُتّوں کے مخصوص علاقے Dog Area میں چھوڑ دیا گیا ہے واپس جاتے ہوئے ابو کُتّے کو لینے آئے تو وہ اتنی زور سے اچھلا کہ ہر طرف مٹی اڑنے لگی بچے کہہ رہے ہیں Oh Floppy- ہر کہانی کا مقصد لطف، مزہ، ہنسی، مذاق، enjoyment کیونکہ یہی زندگی ہے جان ہے تو جہان ہے یہی پیغام

ہے — اسی لیے تعلیم بھی اب کھیل تماشہ بنادی گئی ہے Fun to learn اسی کا نام ہے جس زندگی کا آغاز لہو ولعب سے ہو اس زندگی میں سنجیدگی تحمّل اور دینی اقدار مذہبی مزاج نبوی طریقے کیسے زندہ رہ سکتے ہیں؟ لہٰذا لہو ولعب کی دینی تعبیر و تفسیر عام ہو رہی ہے۔

تصویری کہانی ہے At School مُنّے کی امّی روتے دھوتے مُنّے کو اسکول کے پہلے دن کھینچتے ہوئے اسکول میں زبردستی لے جا رہی ہے منے نے اسکول کے جنگلے کا کونا پکڑ لیا ہے وہ اندر نہیں جانا چاہتا ماں زبردستی کھینچ رہی ہے وہ رو رہا ہے بچے کھڑکی سے منے کو دیکھ کر ہنس رہے ہیں ٹیچر بھالو لے کر منے کو بہلا رہی ہے پچکار رہی ہے آخر کار ماں زبردستی بچے کو اندر چھوڑ کر چلی جاتی ہے۔ یہ عجیب ماں ہے جو بچے کو گود میں اٹھانے کے بجائے کھینچا تانی کر رہی ہے محبت تو اس عمل سے ظاہر نہیں ہے منے میاں اندر جا کر بہت خوف زدہ ہیں۔ بچے ٹیچر انہیں محبت سے کھلونے دِکھاتے ہیں آخر کار لالچ میں منے میاں کلاس میں آجاتے ہیں وہاں بچے عجیب عجیب کام کر رہے ہیں کلاس زبردست ہے کچھ بچے میز کرسی پر بیٹھ کر چھری چاقو کانٹے سے کھا رہے ہیں کچھ استری کر رہے ہیں کچھ پکا رہے ہیں کچھ کھیل رہے ہیں ہر طرف سامان ہی سامان ہے منے میاں بھی کھیل کے طلسم خانے میں گُم ہو جاتے ہیں وہ بھی کچھ پکانے لگتے ہیں اتنے مزے ارے یہ تو اسکول نہیں ہے یہ تو گھر میں کھیلوں کا کمرہ ہے منے کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے اسکول کا وقت ختم ہو جاتا ہے امی منے کو لینے آتی ہیں منے میاں گھر جانے پر آمادہ نہیں ٹیچر خدا حافظ کہہ رہی ہیں منے میاں رو رہے ہیں جنگلہ پکڑ کر زور لگا رہے ہیں امی کھینچ تان کر رہی ہیں پہلے اسکول جانے پر راضی نہیں تھے اب اسکول سے آنے پر راضی نہیں ہیں۔ امی پہلے بھی منے کو کھینچ رہی تھیں اب بھی کھینچ رہی ہیں ماں کی مامتا سے محروم ایک کریہہ وجود ہے جو بچے سے زور آزمائی کر رہا ہے اسے گود میں اٹھاؤ پیار کرو۔ اسے اسکول کے جبر سے آزاد کرواتنے چھوٹے بچے کو اتنی کم عمر میں اسکول بھیجنے کی کیا ضرورت ہے۔ ظاہر ہے یہ مشورہ عصر حاضر کے انسان کے لیے نامعقول، احمقانہ، ظالمانہ ہوگا۔ کیونکہ اس کی عقلیت نے اس جبر کو بہ رضا و رغبت قبول کر لیا ہے۔ عہد حاضر کے لوگ پابندی، جبر، تسلط، کو سخت ناپسند کرتے ہیں لہٰذا جبر کوئی بھی ہو اسے ناپسند کیا جائے مگر یہ عجیب بات ہے کہ لوگوں کے لیے فریڈم کا جبر قابل قبول ہے اسی لیے تو دو سال کے روتے ہوئے بچے کو بستر

سے کھینچ کر مارتے پیٹتے ڈانٹتے ڈپٹتے چیختے چلاتے شور مچاتے ہوئے دھکے دے کر بغیر ناشتے کے ایک گاڑی میں جبراً بٹھا کر صبح سویرے قید خانے بھیج دیا جاتا ہےاور اس پر تمام مہذب انسان فخر کرتے ہیں تاریخ کے کسی معاشرے میں ایسا بدترین جبر کبھی نہیں ہوا نہ مذہب کے دور میں نہ بادشاہت کے دور میں نہ فلاسفہ کے دور میں یہ سرمایہ داری کا جبر ہے جو آزادی کے نام پر نہ صرف مسلط ہوا بلکہ تہہ دل سے تمام اقوام عالم، ملتوں اور امتوں نے مشترکہ طور پر قبول کرلیا۔اور اس کی مذہبی دلیلیں بھی ایجاد کر لی گئیں ۔لبرل ازم کے عقیدوں کے عین مطابق جو جبر انسان مرضی سے قبول کرلیتا ہے اسے لبرل ازم میں آزادی کہا جاتا ہے جو مرضی سے قبول نہیں کرتا اسے جبر کے ذریعے آزادی قبول کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے یہ جبر لبرل ازم میں عین عدل کہلاتا ہے۔اگر کوئی شخص کسی جبر کو اپنی مرضی اور آزادی سے لیکن تعقل مذہبی[Religious rationality] کی بنیاد پر قبول کرتا ہے تو ایسی آزادی کو لبرل ازم میں آزادی نہیں پابندی، جہالت، ضلالت، گمراہی اور بدترین ظلم قرار دیا جاتا ہے۔کیونکہ جدید مغربی فلسفے (ماڈرن ازم اور پوسٹ ماڈرن ازم) کے مطابق ہر عاقل انسان آزادی ہی پسند کرتا ہے۔کسی قسم کی خارجی[External] پابندی پسند نہیں کرتا مذہب کی پابندیاں آسمان سے آتی ہیں اور انسانی آزادی میں کمی کردیتی ہیں۔کانٹ نے انسان کی تعریف یہی کی ہے کہ جو کسی خارجی ذریعے سے وحی الٰہی سے، کسی عالم دین سے علم ہدایت روشنی نہیں لیتا تمام فیصلے عقلیت کی بنیاد پر کرتا ہے ہدایت کے لیے آسمان اپنے سے باہر، خارج کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ اپنے اندر جھانکتا اور عقل سے رجوع کرتا ہے کیونکہ انسان علم روشنی ہدایت میں خود کفیل ہے اسے کسی سے روشنی لینے کی ضرورت نہیں تفصیلات کے لیے انٹرنیٹ پر کانٹ کا مضمون What is enlightenment کا مطالعہ کیجیے۔اور اس کی تشریح فوکالٹ کے قلم سے پڑھیے فوکالٹ کا مضمون What is enlightenment کے نام سے نیٹ پر موجود ہے۔

جدیدیت کا عقیدہ ہے آزادی کے عقیدے پر ایمان لاؤ کہ عقیدہ دلیل سے ماوراہوتا ہے۔Believe in Freedom اس بارے میں کسی سوال اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں۔جو اس کا انکار کرے گا اس کے خلاف USA،UNO،NATO سب مل کر حملہ کریں گے۔آزادی take for granted ہے یہ بدیہی، آفاقی سچائی ہے اس کی کوئی عقلی دلیل نہیں یہ دلیل کا نہیں

ایمان کا معاملہ ہے آزادی کے عقیدے پر سب کو ایمان لانا ہوگا۔ جو آزادی کے عقیدے کا انکار کرے گا اسے قتل کر دیا جائے گا مائیکل مین کی کتاب The Dark Side of Democracy جمہوریت کے ذریعے آزادی کے عقیدے کے تسلط کے لیے دنیا بھر میں ہونے والے جمہوری قتل عام کی داستان بیان کرتی ہے جمہوریت پر امن طریقے سے نہیں آئی یہ قتل عام کے بعد مسلط ہوئی ہے۔ اسی آزادی کے لیے امریکیوں نے دس کروڑ ریڈ انڈین کو قتل کیا تفصیلات اسی کتاب میں پڑھیے، ظاہر ہے جب جمہوریت کے تمام مخالفین کو قتل کر دیا گیا تو دنیا پر امن ہوگئی لہٰذا اب جمہوریت پر امن طریقے سے آتی ہے اور دنیا کو بتایا جاتا ہے کہ جمہوریت ہی پر امن تبدیلی کا واحد راستہ ہے الجزائر، ترکی، بنگلہ دیش، مصر ہر جگہ پر امن طریقے سے جمہوریت آ رہی ہے۔ جدید تعلیمی اداروں میں جمہوریت کی خونی تاریخ نہیں پڑھائی جاتی عالم اسلام میں جمہوریت کو اسلام سے برآمد کر لیا جاتا ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلے جمہوری وزیر اعظم ثابت کیے جاتے ہیں جبکہ اس جمہوریت میں نہ کسی کو الیکشن لڑنے کی اجازت تھی نہ الیکشن مہم چلانے کی نہ ووٹر لسٹ تھی نہ چیف الیکشن کمشنر۔ اس عظیم جمہوری الیکشن کا نتیجہ ووٹنگ سے پہلے سنا دیا گیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہیں اور نتیجہ سنانے کے بعد سب بیعت کرنے یعنی ووٹ ڈالنے آ گئے اور کئی مہینوں تک بیعت کر کر کے ووٹ ڈالتے رہے ووٹ خفیہ ہوتا ہے یہ عجیب ووٹ ہے جو خفیہ نہیں اور ایک شخص کو حاکم منتخب کرنے کے بعد ڈلوایا جا رہا ہے اسلامی جمہوریت کی یہ شکلیں اسکولوں میں پڑھائی جا رہی ہیں۔

لبرل ازم کے عظیم سیاسی فلسفی جان رالز کا شارح Derben لکھتا ہے کہ جو شخص آزادی جمہوریت کی عقلی دلیل طلب کرتا ہے ایسے جاہل شخص کو کوئی جواب نہ دو اسے گولی مار دو ان موضوعات پر دلیل دینے کی بحث کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ سب الحق، الخیر، العلم ہیں یہ بدیہی حقیقتیں ہیں جو کسی دلیل کی محتاج [take for granted] نہیں۔ یہ self evident evedence ہیں۔

> What Rawls is saying is that there is in a constitutional liberal democracy a tradition of thought which it is our job to explore and see whether it can be made coherent and consistent... We are not arguing for such a society. We take forgranted that today only a fool

would not want tolive in such a soceiety... If one cannot see the benefits of living in a liberal constitutional democracy, if one does not see the virtue of that .ideal, then I do not know how to convince him. Tobe perfectly blunt,sometimes I am asked,when I goaround speaking for Rawls, What do you say to an Adolf Hitler? the answer is [nothing] You shoot him. You do not try to reason with him. Reason has no bearing on this question. So I do not want to discuss it (Derben, On Rawls & Political Liberalism, 2003: 328-329)

اصلاً ہم بچے کو ایک ماہ کی عمر میں ڈے کیئر سینٹر اور ڈیڑھ سال کی عمر میں اسکول کے سپرد کر کے اس کی آزادی سلب کر رہے ہیں لیکن اپنی آزادی میں اضافہ کر رہے ہیں کہ عصر حاضر کی ماں سے بچے کا بوجھ نہ اٹھایا جاتا ہے نہ اس کا شور گھر میں دن بھر برداشت کیا جاسکتا ہے۔ بچے، ماں اور گھر والوں کی آزادی کا تقاضہ یہی ہے کہ بچے کو ڈے کیئر سینٹر یا اسکول بھیج کر آزاد کر دیا جائے۔ جس معاشرے میں ڈے کیئر سینٹر کھلتے ہیں اسی معاشرے میں اولڈ ہوم بھی کھولنے پڑتے ہیں جب ماں باپ کے پاس بچے کے لیے وقت نہیں ہے انہیں سرمایہ اور آزادی چاہیے تو بچے کے پاس بھی آپ کے بڑھاپے میں آپ کی خدمت کے لیے وقت نہیں ہے اسے بھی سرمایہ اور آزادی چاہیے یقیناً ڈے کیئر سینٹر، اسکول، اولڈ ہوم ہماری آزادی میں بے پناہ اضافہ کر دیتے ہیں۔ لیکن کیا ہمیں آزادی کی منحوس شکلیں قبول ہیں؟ ہماری اسلامی تاریخ میں اور دنیا کی تئیس بڑی تہذیبوں میں یہ تینوں ادارے کیا موجود تھے بلکہ ان تہذیبوں میں ہسپتال، جیل خانے، ہوٹل، ریسٹورینٹ، پاگل خانے، زچہ خانے، بھی نہیں تھے تو سوال یہ ہے کیوں نہیں تھے؟ ہابیل، قابیل، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میٹرنٹی ہوم کے بغیر پیدا ہوئے تھے۔ اہرام مصر دمشق کی اُموی مسجد، تاج محل، قرطبہ، عاد و ثمود، مصر، روم، یونان، ایران، چین، ہندوستان اور بابل و نینوا کے عجائبات تعمیر کرنے والے اسکول کالج انجینئرنگ یونیورسٹی، آرٹ اسکول کے بغیر یہ کمالات کیسے تخلیق کرتے تھے؟ کم از کم ان سوالات پر غور کی ضرورت تو ہے۔

اللہ کی عبادت بچے پر سات سال میں فرض ہوتی ہے مادہ پرستی، ترقی، مال و دولت کی

عبادت ایک سال کی عمر سے پہلے فرض ہوجاتی ہے اس کا نام آزادی ہے۔ ایک جانب مغرب تنوع کی بات کرتا ہے دوسری جانب اسکول میں خاص قسم کا لباس پہنا کر تنوع ختم کر دیا جاتا ہے اللہ کے گھر میں عبادت کے لیے آنے والوں کے لیے لباس کی کوئی خاص شکل یا رنگ مخصوص نہیں کیا گیا مگر اسکول میں خاص لباس کے بغیر داخلہ ممنوع ہے اسے آزادی کہتے ہیں۔ یعنی حصول آزادی کے لیے پابندی کا سخت ترین نظام بہت سے ملکوں میں تعلیم لازمی ہے اس کے بغیر آزادی نہیں مل سکتی۔ دوسرے معنوں میں لوگوں کو آزادی، سرمایہ داری، لبرل ازم، سیکولرازم کا جبر نظر نہیں آتا اسلام کا جبر سب کو نظر آجاتا ہے آزادی کا ہر جبر جائز قانونی اور حقیقی ہے مذہب کا تھوڑا سا جبر بھی ناجائز غیر قانونی ہے۔ اسکول آزادی اور سرمایہ [School is the tyranny of freedom & Capital] کا جبر ہے یہ جبر عین حق ہے۔ بنیادی سوال یہ ہے کہ تعلیم اور عورتوں کی تعلیم پر اس قدر زور کیوں ہے؟ اس کا مقصد کیا ہے؟ عورت کو مرد کے برابر لانے بلکہ مرد جیسا بنانے کا فائدہ کسے ہے اور کیسے ہے؟ تعلیم عام کرنے کے لئے مغربی ممالک اربوں کھربوں روپے کیوں خرچ کر رہے ہیں UNO تعلیم عام کرنے کے لئے Marriage Free Zone تو بنا رہے ہیں لیکن Rape Free Zone کیوں نہیں بنا رہے۔ ان سوالوں کے جواب اس صدی کے سب سے بڑے سیاسی فلسفی John Rawls نے اپنی آخری کتاب میں کس خوبصورتی سے دیا ہے

China have imposed harsh restrictions on the size of families & have adopted other draconian measurs but there is no need to be so harsh. Instructive here is the Indian state of Kerala, which in the late 1970s empowered women to vote & to participate in politics to receieve & used education & to own & manage wealth & property. As a result, within several years Kerala's birth rate fell below china's without invoking the corecive powers of the state. China's birth rate in 1979 was 2.8 Kerala's 3.0. In 1991 these rates were 2.0 & 1.8 respectively. [John Rawls., The Law of People with the Idea of Public Reason Revisited, Harvard University Press, USA. 2003, p. 110] (جاری ہے)

اہل سنت ٹکڑے ٹکڑے

علامہ پروفیسر عون محمد سعیدی مصطفوی

بانی: تحریک نظام مصطفیٰ (اہل سنت) پاکستان بہاول پور

مسلمانانِ پاکستان روئے ارضی پر موجود ایک ارب ساٹھ (160) کروڑ انسانوں پر مشتمل اُمت مسلمہ کا ایک مؤثر حصّہ ہیں۔ عالمی سطح پر مسلمانوں کے متحد ہونے کا معاملہ تو ہر دردمند مسلمان کا سہانا خواب ہے جو نامعلوم کب شرمندۂ تعبیر ہوگا۔ افسوس ناک بات یہ ہے کہ مسلمانانِ پاکستان بذاتِ خود مسالک میں منقسم ہیں اور ایک دوسرے سے الگ ہیں۔ بات یہیں تک رہتی تو بھی اِتحادِ اُمت کی منزل کی طرف ان مسالک کے اتحاد کا ایک ہی قدم کا فاصلہ تھا۔ افسوس ناک بات یہ ہے کہ یہ مسالک 'بذاتِ خود' ٹکڑے ٹکڑے ہیں اور ان مسالک کے اندر تقسیم در تقسیم کا عمل جاری ہے اور 'من دیگرم تو دیگری' کا سا سماں ہے۔

تحریک نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے بانی پروفیسر عون محمد سعیدی صاحب نے اہلسنّت (بریلوی مسلک) کے ان کرچی کرچی شیشوں کو جمع کرنے کا عزم کر رکھا ہے۔ یہ بڑی اُمید افزا بات ہے کہ 'کارواں' کے دل سے 'متاعِ کارواں' کے لٹ جانے کا احساسِ زیاں ابھی باقی ہے۔ ہمارے نزدیک یہ خواہش مسلمانانِ پاکستان کے اتحاد کے ضمن میں بڑی خوش آئند ہے۔ کچھ عرصہ قبل مجلس علمائے اسلام کے نام سے دیوبندی مسلک کے مختلف طبقات کا اِتحادِ عمل میں آیا ہے جس کا ماہ جنوری 15ء کے حرفِ آرزو میں خیر مقدم کیا گیا تھا۔ اتحادِ اُمت کے لیے پروفیسر صاحب کی کیفیت حضرت بہزاد لکھنوی کی ایک نعت رسول مقبول ﷺ کے اس شعر کے مصداق ہے

مدینے کا مسافر جب کوئی پا جاتا ہوں حسرت آتی ہے کہ وہ پہنچا میں رہا جاتا ہوں

اسی طرح اللہ کرے کہ ہمارے اہل حدیث مسلک اور بریلوی مسلک کے لوگ متحد ہو کر اپنی کسی قیادت پر متفق ہو جائیں تو مستقبل میں اہلسنّت کی ان منتقفہ مسلکی قیادتوں کا یکجا ہونا بعد ازاں اسلام کی خاطر شیعہ سُنّی اتحاد کا مؤثر پیغام بھی بن سکتا ہے جو پاکستان کی بقا اور استحکام کی حقیقی ضمانت ہے۔ (ادارہ)

ایک طویل عرصہ سے ہم دیکھتے چلے آرہے ہیں کہ اہل سنت ملک میں ٹکڑے ٹکڑے ہو چکے ہیں۔یہ ایک نہیں چھوٹے بڑے ہزاروں ٹکڑوں میں تقسیم نظر آتے ہیں۔

اس کے ایک ٹکڑے کا نام دعوت اسلامی ہے۔اس کے دوسرے ٹکڑے کا نام منہاج القرآن ہے۔اس کے ایک ٹکڑے کا نام سنی تحریک ہے۔اس کے ایک ٹکڑے کا نام جماعت اہلسنّت ہے۔اس کے ایک ٹکڑے کا نام ادارہ صراطِ مستقیم ہے۔اس کے ایک ٹکڑے کا نام جمعیت علمائے پاکستان ہے۔اس کے ایک ٹکڑے کا نام آستانہ عالیہ بھیرہ شریف ہے۔اس کے ایک ٹکڑے کا نام تنظیم المدارس (اہل سنت) پاکستان ہے۔اس کے ایک ٹکڑے کا نام سلسلہ عالیہ سیفیہ ہے۔اس کے ایک ٹکڑے کا نام آستانہ عالیہ گولڑہ شریف ہے۔

غرضیکہ اسی طرح گنتے چلے جایئے آپ مزید ہزاروں ٹکڑے تلاش کرنے میں بآسانی کامیاب ہو جائیں گے۔انہی ٹکڑوں میں ''تحریک نظام مصطفیٰ'' کو بھی شامل کر لیجئے۔مگر یہ وہ ٹکڑا ہے جو الحمد للہ سب سے پہلے پوری قوت کے ساتھ اتحاد اہلسنّت کی آواز بلند کر رہا ہے۔صرف آواز ہی بلند نہیں کر رہا بلکہ اس کے لیے ایک بہترین قابل عمل فارمولا بھی تیار کر چکا ہے۔

ہم یہ سب کچھ خالصتاً اللہ ورسول کی رضا اور اہلسنّت کی فلاح کے لیے کرنے جا رہے ہیں۔نہ اس میں ہماری کوئی ذاتی غرض ہے اور نہ ہی دنیوی مفاد۔جس دن نفاذِ نظامِ مصطفیٰ کی بنیاد پر اہلسنّت کا اتحاد ہو گیا اسی دن سب سے پہلے بیعت واطاعت امیر کا ہم سے اسٹامپ پیپر لکھوا لیجیے۔

ہر غیرت مند سنی اہلسنّت کے تمام ٹکڑوں سے یہ بات پوچھنے کا حق رکھتا ہے کہ جب آپ کا دین بھی ایک ہے، مسلک بھی ایک ہے، عقائد ومعمولات بھی ایک ہیں تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ کیوں ایک نہیں ہیں؟ وہ کون سی ایسی بلا ہے جس نے آپ کو منتشر ہونے پہ مجبور کر رکھا ہے؟؟؟ کیا اتنے غیر متحد ٹکڑوں کا:

(۱) کہیں قرآن وحدیث میں حکم دیا گیا ہے؟

(۲) کیا اس سے آپ کے دین ومسلک کی شان وشوکت میں اضافہ ہوتا ہے؟

(۳) کیا اس سے آپ کا کوئی بہت بڑا دینی مفاد وابستہ ہے؟

یا آپ صرف اس لیے منتشر ہیں کہ آپ کا مزاج اتحاد کو قبول نہیں کرتا اور اس انتشار و

افتراق سے آپ کی طبیعت خوش ہوتی ہے۔آخر آپ کے ذہن میں اتحادِ اہلسنّت کی سوچ پیدا کیوں نہیں ہوتی۔آپ اس عظیم کام کے لیے کیوں نہیں اٹھتے۔آپ اس کے لیے تحریک کیوں نہیں چلاتے؟

آپ یہ سوچ کیوں رکھتے ہیں کہ سب لوگ باقی تنظیموں کو چھوڑ کر صرف آپ ہی کی تنظیم میں شامل ہو جائیں۔ایسا تو قطعاً ممکن نہیں ـــــ ذرا اپنے گریبان میں جھانکیے اور بتایئے کہ کیا یہ قرآن حکیم کا واضح حکم نہیں:

وَاعۡتَصِمُوا بِحَبۡلِ اللّٰهِ جَمِيۡعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوۡا o

''سارے مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جاؤ۔''

کیا آپ صریحاً اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی خلاف ورزی نہیں کر رہے؟ آج تک آپ نے اتحادِ اہلسنّت کے لیے کیا پیش رفت کی۔آپ کو تو اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھنا چاہیے تھا جب تک اہل سنت متحد نہ ہو جاتے، مگر آپ نے تو اتحادِ اہل سنت کو ناممکنات میں شامل کر رکھا ہے۔ آپ نے قرآن حکیم میں یقیناً یہ آیت بھی پڑھی ہوگی:

وَلَا تَنَازَعُوۡا فَتَفۡشَلُوۡا وَ تَذۡهَبَ رِيۡحُكُمۡ o

''اور آپس میں تنازعہ مت کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔''

کیا یہ تنازعہ نہیں کہ اہل سنت کی ایک تنظیم دوسری تنظیم کے قریب جانے کو بھی آگ سمجھتی ہے۔کیا یہ تنازعہ نہیں کہ ایک تنظیم کے پروگرام میں دوسری تنظیم کے ماننے والوں کی شرکت شجرِ ممنوعہ بن چکی ہے۔کیا یہ تنازعہ نہیں کہ ہر تنظیم کی ایک علیحدہ اور جداگانہ پالیسی ہے۔کیا یہ تنازعہ نہیں کی ایک تنظیم کا رخ ایک طرف اور دوسری کا دوسری طرف ہے۔کیا یہ تنازعہ نہیں کہ ایک تنظیم میں گڑبڑ یا اس کے کمزور ہونے پر دوسری تنظیم خوشی سے پھولی نہیں سماتی۔کیا یہ تنازعہ نہیں کہ ہر تنظیم دوسری تنظیم سے لاتعلق و بیگانہ ہوئی بیٹھی ہے ـــــ قرآن حکیم کے مطابق اسی باہمی افتراق کا نتیجہ ہے کہ آج اہلسنّت کی ہوا اکھڑ ہو چکی ہے، وہ ہر میدان میں رسوا ہو رہے ہیں۔کوئی بھی انہیں اہمیت دینے کو تیار نہیں۔اور سب سے بڑا نقصان یہ کہ نفاذِ نظامِ مصطفیٰ کی منزل دور سے دور تر ہوتی چلی جا رہی ہے۔لیڈرو، راہنماؤ، بزرگو، عالمو بتاؤ:

میں کس کے ہاتھ پہ اپنا لہو تلاش کروں		سارے شہر نے پہن رکھے ہیں دستانے

یہ کتنی افسوسناک بات ہے کہ آج آپ میں سے کوئی بھی اتحادِ اہلسنّت کے نعرہ کے ساتھ میدانِ عمل میں نہیں ہے، ہر کوئی اپنی اپنی ڈفلی بجا رہا ہے۔۔۔ بس اب بہت ہو چکی، بہت مزے کر لیے آپ نے۔ وہ وقت گزر گیا جب آپ سے کوئی بھی اس انتشار کا سبب پوچھنے والا نہیں تھا۔ اب سارے کے سارے اہلسنّت آپ سے براہ راست اتحاد کی تحریک نہ چلانے کی وجوہات پوچھنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور اب آپ کو ان سب کے سامنے جوابدہ ہونا پڑے گا۔

آج تمام سنی یک آواز ہو کر سوال کر رہے ہیں۔۔ لیڈرو بتاؤ! اتحاد زیادہ ضروری ہے یا تمہاری لیڈریاں۔ پیرو! بتاؤ اتحاد زیادہ ضروری ہے یا تمہاری پیریاں مریدیاں۔ عالمو! بتاؤ اتحاد زیادہ ضروری ہے یا تمہارے چھوٹے چھوٹے مفادات۔ اب یا تو تمہیں متحد ہونا ہوگا یا پھر اہل سنت کی عقیدتوں سے اپنا ہاتھ دھونا ہوگا۔ اگر تم متحد نہ ہوئے تو کوئی بھی سچا سنی تمہارے ساتھ چلنے کو تیار نہیں ہوگا۔ کوئی بھی یارسول اللہ ﷺ کہنے والا تمہیں اپنا بڑا نہیں مانے گا۔ کوئی بھی نبی کا نام چومنے والا تمہیں گلے نہیں لگائے گا۔ اتحاد جیسی عظیم نعمت کے لیے اپنی توانائیاں صرف نہ کرنے کی وجہ سے تم سب اہل سنت کے مجرم قرار پاؤ گے۔ ہیرو صرف وہی ہوگا جو اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھے گا جب تک وہ اتحادِ اہلسنّت کرا کے دم نہیں لیتا۔

اگر کوئی سنی اتحاد کی آواز کو آگے نہیں بڑھاتا، نہ ہمارے لفظوں میں اور نہ ہی اپنے لفظوں میں، تو پھر وہ اپنے گریبان میں ایک مرتبہ ضرور جھانک کر دیکھے کہ آخر وہ ایسی کونسی بلا ہے جو اسے وَاعۡتَصِمُوا بِحَبۡلِ اللّٰهِ جَمِيۡعًا کے حکم خداوندی سے زیادہ عزیز ہے۔ کیا اسے معلوم نہیں کہ اتحاد میں عزت ہے، اتحاد میں طاقت ہے، اتحاد میں برکت ہے، اتحاد میں شان و شوکت ہے، اتحاد میں ترقی ہے، اتحاد میں وقار ہے، اتحاد پر اللہ کا ہاتھ ہے، اتحاد حکم خدا ہے، اتحاد راہ مصطفیٰ ہے، اتحاد میں مقام مصطفیٰ کا تحفظ ہے اور اتحاد میں نظام مصطفیٰ کا نفاذ ہے۔ آگے بڑھیں۔ اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

☆☆☆☆☆

مکتبہ قرآن اکیڈمی کی مطبوعات پر

اہل علم کے تاثرات

تعمیر سیرت و کردار

01۔ پروفیسر خالد شبیر۔سینئر نائب صدر مجلس احرار اسلام پاکستان

''تعمیر سیرت وکردار'' میری نظر میں

انجینئر مختار فاروقی صاحب دینی حلقے میں ایک معروف ومنفرد شخصیت ہیں، جنہوں نے اپنی زندگی دینی افکار، دینی عقائد، دینی حکمت ودانائی، دینی شعور وفہم کے فروغ اور اشاعت کے لئے وقف کر رکھی ہے۔ان کا مجلّہ ''حکمت بالغہ'' بھی اسی کام کا 'آئینہ دار' ہے۔میری خوش نصیبی ہے کہ میں ان کی تحریروں سے مستفیض ہوتا رہتا ہوں۔

اس وقت میرے پیش نظر ان کی ایک نئی کتاب بعنوان ''تعمیر سیرت وکردار'' ہے جس کا میں نے مطالعہ کیا ہے۔اگرچہ کتاب مبسوط کتاب نہیں، فاضل مصنف کے چند خطبات اور مضامین پر مشتمل ہے، مگر ہر مضمون اور ہر خطبہ ایسا ہے کہ اس کے حرف حرف سے خدا کا خوف، آخرت کی زندگی، عقیدۂ آخرت کی دین اسلام میں اہمیت وضرورت سے قاری کو روشناس کرایا گیا ہے۔آخرت میں کامیابی ہی زندگی کا مقصد ہے۔کتاب پندرہ ابواب پر مشتمل ہے جو بالترتیب یہ ہیں:

1۔ هُوَ اجْتَبٰكُمْ (اُس نے تمھیں چن لیا ہے)	2۔راہِ نجات
3۔ ذکر اللہ	4۔حقیقت عمل صالح
5۔رمضان المبارک کے روزے اور جہاد وقتال	6۔حدود اللہ کی حفاظت

7۔نکاح،شادی اور نمازِ پنجگانہ　　8۔خواتین کا جہاد
9۔ختم نبوت میں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کا پہلو　　10۔شہادت علی الناس اور مقامِ شہادت
11۔تعمیرِ سیرت،اسمائے حسنٰی،حسن تخلیق　　12۔مجاہدانہ لائف سٹائل
13۔تعمیرِ سیرت و کردار تقربِ الٰہی کا راستہ ہے　　14۔انسانی معاملات میں اصلاحِ احوال کا واحد ذریعہ توبہ ہی ہے
15۔ایمان بالآخرت اور اس کے مراحل

کتاب کا نواں باب ''ختم نبوت میں ازواجِ مطہرات کا پہلو'' خصوصیت کے ساتھ قابل غور ہے۔اس میں بعض ایسے اہم نکات پڑھنے کو ملے ہیں جو پہلے میں نے کہیں نہیں دیکھے شاید اس لئے بھی ایسا ہو کہ میرے جیسے کم علم کا احاطہ علم ہے ہی کتنا۔تاہم نئی باتوں سے روح کو تسکین بھی ہوئی اور عقیدۂ ختم نبوت پر یقین بھی پہلے سے پختہ ہوا۔کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول و فعل مردوں کے لئے حجت ہے۔مردوں کا مسئلہ تو اس طرح واضح ہو گیا کہ مرد کی قیادت میں مرد خود کفیل ہو گئے اور وہ اسی راہ پر چل پڑے جو اللہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بتائی۔لیکن عورتوں کا مسئلہ اس سے جدا تھا،عورت کو اللہ تعالیٰ نے نبی نہیں بنایا اس لئے عورت کے لئے عورت کا ہی اسوۂ حسنہ مکمل ہدایت اور مکمل دین کی راہ پر چلنے کا ذریعہ ہونا چاہئے تھا۔فاضل مصنف نے یہاں وہ بات تحریر کی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے متعدد ازواج عطا کیں اس میں ایک حکمت یہ بھی تھی کہ یہ ازواج چونکہ مختلف قبائل سے تھیں ان کے ذریعے نسوانی مسائل مختلف قبائل کی عورتوں تک پہنچ پائیں آپ نے اپنی ازواج کی تربیت کی اور ان کو نسوانی مسائل سمجھائے۔اللہ تعالیٰ نے ازواجِ مطہرات کے ظاہر کی طرح ان کے باطن کو بھی پاکیزہ و مصفّا کر دیا تھا تاکہ ان کی تربیت کا پورا اثر ان کے دل و دماغ میں راسخ ہو کر ان کے اعمال و کردار سے واضح ہو جائے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مرد و خواتین کے لئے کامل نمونہ تھے تاہم خاص نسوانی معاملات میں جو ایک حجاب تھا ان مسائل کو آپ کی ازواج مطہرات نے اُمت کی خواتین تک پہنچایا۔جو خواتین بھی حضور اکرام صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئیں ان کی ہر طرح کی ذہنی اور فکری تربیت بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہی مکمل ہوئی۔آج کی مسلمان خواتین کے لئے اسوۂ کامل اور IDEAL دراصل ازواج مطہرات ہی ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بھی قرآن پاک میں فرمادیا کہ مسلمانوں تم محمد رسول اللہ ﷺ کی ازواج سے نکاح نہیں کرسکتے اور وہ تمہاری مائیں ہیں حکمت یہ تھی کہ جو تعلیمات حضور اکرم ﷺ سے انہیں ملی ان کی تعلیمات وتربیت کو خالص شکل میں برقرار اور باقی رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی دوسرے شخص کے عقد میں نہ آئیں۔

آخر میں مجھے یہ کہنے میں کوئی تردد نہیں ہے کہ مختار فاروقی صاحب کی یہ کتاب دورِ حاضر کی اہم ضرورت ہے کہ اس دور میں عقیدۂ ختم نبوت کا دفاع بھی ضروری ہے اور عقیدۂ آخرت سے ہماری اس قدر دوری بھی اس کا تقاضا کرتی ہے کہ ایسی کتابیں منصۂ شہود پر آئیں۔ کہ اس وقت ہم عقیدۂ آخرت سے دوری کی وجہ سے ہی اقوام عالم میں زندگی کے ہر شعبہ میں زوال پذیر بھی ہیں اور ذلیل ورُسوا بھی۔ یہ کتاب ہر لائبریری اور گھر کی زینت بننے کے قابل ہے۔

کیا پُرسکوں دور ، خلافت کا دور تھا　　اِک بار پھر سے دورِ خلافت دکھا ہمیں
عثمانؓ جیسی جود و سخا سے ہوں ہمکنار　　صدیقؓ جیسی بخش دے خوئے وفا ہمیں
عزم عمرؓ سے روشنی پائیں دل و دماغ　　ہاں مرتضیٰؓ سا شوقِ وفا ہو عطا ہمیں
چاروں طرف سے نرغۂ باطل میں آگئے　　فاروقؓ جیسا رہنما کر عطا ہمیں

02۔ سراج الحق صاحب، امیر جماعت اسلامی پاکستان

آپ کا خط مع مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ کی مطبوعہ، انجینئر مختار فاروقی صاحب کی تصنیف ”تعمیر سیرت وکردار“ ملا۔ متبرک تحفہ بھجوانے کا شکریہ! کتاب کو دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ حضور سرور کائنات ﷺ کی حیات مبارکہ کی روشنی میں اپنی زندگیوں کو سنوارنا دنیاوی اور اُخروی کامیابی کی ضمانت ہے۔ انجینئر مختار فاروقی صاحب اس لحاظ سے خوش قسمت اور مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے ختم الانبیاء ﷺ کے شب وروز کے معمولات کا مطالعہ کیا اور پھر اپنے تاثرات کو آپ ﷺ کے پیروکاروں کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ ”تعمیر سیرت وکردار“ مصنف کے لیے ایک صدقہ جاریہ ہے۔ جب تک مسلمان اس سے راہنمائی لیتے ہوئے اپنے لیے کامیابی کی راہیں متعین کرتے رہیں گے مصنف کو اس کا برابر اجر ملتا رہے گا۔ ایک ایسے پرفتن دور میں جب دشمنانِ اسلام، اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی اہانت پر مبنی خاکے شائع کررہے

ہیں اور اسلام کے بڑھتے قدموں کو روکنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں، حضور ﷺ کی سیرت کو اجاگر کرنا ہم سب کی ذمہ داری ہے۔ انجینئر مختار فاروقی صاحب کی یہ کوشش قابل تحسین ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن اکیڈمی اور مصنف کو اس بہترین کاوش کا اجر عظیم عطا فرمائے اور اس کار خیر کے بدلے انہیں دنیا اور آخرت کی نعمتوں سے مالا مال کر دے! آمین

اسلامی پاکستان۔۔۔۔خوشحال پاکستان

03۔ مولانا مفتی نجات اللہ، جامعہ سمیہ للبنات شیر پاؤ ضلع چارسدہ

آپ کی کتاب ''تعمیر سیرت و کردار'' موصول ہوئی کتاب کا شروع سے آخر تک مطالعہ کیا، ماشاء اللہ کتاب بہت عمدہ اعلیٰ اور علمی ادبی ہے۔ کتاب ہر اعتبار سے معیاری ہے۔ اللہ کریم آپ کی محنت اور کاوش قبول فرمائیں جو بھی اس کا مطالعہ کرے گا ان شاء اللہ خوب مستفید ہوگا۔ تعمیر سیرت و کردار ایک انسائیکلوپیڈیا ہے۔ جو بھی یہ کتاب شروع کرے گا ختم ہی کرے گا۔ طالبات نے کتاب کو بہت پسند کیا ہے۔ اللہ کریم آپ کے علم میں ترقی عطا فرمائیں اور زور قلم اور بھی زیادہ ہو۔

04۔ اویس پاشا قرنی، قرآن اکیڈمی یٰسین آباد، کراچی

آپ کی جانب سے کتاب ''تعمیر سیرت و کردار، چند مضامین اور خطبات'' باصرہ نواز ہوئی۔ ماشاء اللہ کتاب کی ظاہری اور باطنی خوبصورتی سے بڑی خوشی محسوس ہوئی یقیناً یہ بات لائق صد تحسین اور قابل تقلید ہے کہ الحمد للہ بہت مختصر عرصے میں قلم کی سعیٔ پیہم کے نتیجے میں کئی کتابیں منصۂ شہود پر آ چکی ہیں۔ یاد رکھنے اور کتاب کا نسخہ ارسال کرنے پر راقم آپ کا تہہ دل سے شکر گزار ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی جملہ مساعی جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائیں۔ (آمین)

05۔ ماہنامہ القاسم نوشہرہ (دسمبر 2014ء)

انسانی طرزِ حیات کا جامع نمونہ، انسانیت کے اضطراب کو پرسکون کرنے کا واحد راستہ اور تعمیر کردار کی تکمیل کا ایک ہی ذریعہ سیرتِ محمد ﷺ ہے زندگی گزارنے کا یہی احسن، اکمل اور اجمل معیار ہے کردارِ محمدی ﷺ دیکھ کر جو جماعت وجود میں آئی، جو معاشرہ تشکیل پا گیا اور جو سوسائٹی بن گئی وہ رہتی دنیا تک مثال رہے گی اس جماعت کے ہر فرد کو وحی الٰہی کی رو سے رضائے خداوندی کی سند ملی تھی وہ ملت، قرآن کے الفاظ میں خیر الامم تھی اس معاشرے نے ہر شعبہ زندگی

میں جولوگ پیدا کیے وہ بے مثال تھے اس سوسائٹی کے ممبران دیکھتی آنکھوں تخت وتاج کے وارث بن گئے ایکا ایکی ساری دنیا ان کی تابع ہوگئی اور دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا پرچم یکلخت بلند سے بلندتر ہوتا گیا وہ سیرت کیسی تھی وہ کردار کیا تھا ذکر نیم شبی ، مراقبے، اذکار وظائف اور نفلی عبادات کے لئے بھی ان کی سیرت میں ایک گوشہ تھا مگر کچھ گوشے ایسے ہیں جن کی بنا پر پیغمبر اسلام کو دیگر ہادیانِ حق پر امتیاز وتفوق اور فضیلت حاصل ہے سیرت وکردار کے یہ مخفی گوشے کون سے ہیں ان کی تعمیر وتکمیل کس طرح کی جاسکتی ہے قرآنی ہدایات اور نبوی تعلیمات اس حوالے سے کیا ہیں اس اہم مضمون کو جناب انجینئر مختار فاروقی صاحب نے پندرہ مختلف نشستوں میں سوزِ جگر، وسعتِ نظر اور جودتِ فکر کے ساتھ انتہائی شستہ، شگفتہ اور برجستہ انداز میں بیان فرمایا ہے۔ پندرہ خطبات ومضامین کے نفیس، ثمین اور زرّین موتیوں کو کارپردازانِ ''مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ'' نے طباعت کے سہاگہ میں پرودیا ہے۔ معارف ومفاہیم کے اس معدن میں سیرت وکردار کے رسمی، روایتی اور سطحی تصور سے بالا، کامل، ارفع اور حقیقی اسلامی تصور کی جانب رہنمائی بھی ہے اور انگریزی تعلیم سے مخمور اذہان مادّی تہذیب سے مرعوبِ قلوب اور سفلی خواہشات سے مجبور نفوس کے لئے راہ نجات کی نشاندہی بھی ہے۔ زبان رواں، اسلوب آسان، علم فراواں اور قیمت ارزاں ہے۔ سادہ ورنگین سرورق، بہتر کاغذ، عمدہ کمپوزنگ، آیات اور احادیث کے حوالہ جات کے ساتھ...... ہے۔

ماہنامہ نقیب ختم نبوت ملتان (فروری 2015ء) (تبصرہ نگار، مفتی نجم الحق)

زیرِ نظر کتاب چند خطبات کا مجموعہ ہے جو جناب انجینئر مختار حسین صاحب نے مختلف مقامات پر وقت کی ضرورت کے مطابق ارشاد فرمائے اور ایسے مقالات ہیں جو وقتاً فوقتاً 'حکمت بالغہ' میں شائع ہوتے رہے۔ اب افادۂ عام کے لیے ان کو کتاب کی شکل میں یکجا کردیا ہے۔

مصنف نے ایسے موضوعات کا انتخاب کیا ہے جو انسان کی تعمیر سیرت میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں مثلاً حقیقت عمل صالح، رمضان المبارک کے روزے اور جہاد وقتال، حدود اللہ کی حفاظت، نکاح شادی اور نماز پنجگانہ، ختم نبوت، ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن، گراں قدر خطبات، حضرات وخواتین کو اپنی زندگی سادہ مجاہدانہ بنانے کی ترغیب دیتے ہیں، مغربی فکر وفلسفہ کے مقابلے میں اصلاحی طرزِ زندگی اختیار کرنے کی دعوت دیتے ہیں اور خلافت راشدہ کے لیے ہر

فرد کی ذمہ داری کا احساس دلاتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ محترم انجینئر صاحب کی مساعی جمیلہ کو شرفِ قبولیت بخشے اور اصلاحِ معاشرہ کی توفیقِ مزید عطا فرمائے۔

جنوبی ایشیا میں ہندو مسلم نظریاتی کشاکش

01۔ لطف الرحمٰن خان، البلاغ فاؤنڈیشن، لاہور

میں خود کو پڑھا لکھا سمجھتا تھا، بلکہ لکھا کم پڑھا زیادہ سمجھتا تھا۔ لیکن اللہ بھلا کرے آپ کا کہ ہندو مسلم نظریاتی کشاکش پڑھ کر پتہ چلا کہ مجھے کچھ پتہ نہیں۔ دیو مالائی کہانیوں کو ساری زندگی ہندو مت کا نظریہ اور عقیدہ سمجھتا رہا اور سمجھتا رہتا اگر آپ راز کو راز ہی رہنے دیتے۔ مگر یہ راز___ راز کیوں رہے پڑھ کر میرے تو چودہ طبق روشن ہو گئے۔ جزاک اللہ خیراً کثیراً۔ یہ تو دیگ کا ایک چاول ہے ورنہ پورا رسالہ ایسی ہی چشم کشا تحریروں سے بھرا ہوا ہے۔

اللہ کا شکر ادا کیا کہ ایسے لوگ ہیں جو باریک بینی کے ساتھ اُمت کی ضروریات کا ادراک کرتے ہیں اور پھر عرق ریزی کے ساتھ اس ضرورت کو پورا کرنے والا مواد تیار کرتے ہیں۔ ساتھ ہی یہ احساس ہوا کہ یہ اور اس جیسی دیگر مساعی کے باوجود مطلوبہ نتائج حاصل نہیں ہو رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ ہم سے حقِ ابلاغ ادا نہیں ہو رہا ہے۔ اس قسم کا لٹریچر اصلاً ان لوگوں کی ضرورت ہے جو امن کی آشا کے پجاری ہیں اور جن کو نظریاتی کشاکش سے الرجی ہے۔ ایسا لٹریچر جب تک ایسے لوگوں کے زیر مطالعہ نہیں آئے گا مطلوبہ نتائج حاصل نہیں ہوں گے۔

اس تناظر میں ضرورت اس بات کی ہے کہ ایسے رضا کار تیار کیے جائیں جو مغرب زدہ تعلیم یافتہ افراد سے ذاتی رابطہ کر کے ان کو اس لٹریچر کے مطالعہ پر آمادہ کریں اور جو آمادہ ہوں ان کو کتابیں پہنچائے اور واپس لانے کا کام کریں۔ یہ کام مشکل ضرور ہے لیکن ناممکن نہیں ہے۔ بیمہ کرانے والوں کی اکثریت اس کے لئے ابتداً آمادہ نہیں ہوتی بلکہ مخالف ہوتی ہے، یہ بیمہ ایجنٹ

ہے جو ذاتی طور پر رابطہ کر کے ان کو اس کے لئے آمادہ کرتا ہے۔ آج دینی اداروں کی ضرورت ہے کہ وہ آخرت کا بیمہ کرانے والے بیمہ ایجنٹوں کی کھیپ تیار کر کے ان کی تربیت کا نظام وضع کر کے ان کی رہنمائی (BECKUP) کا نظام بھی وضع کر کے انہیں فیلڈ میں بھیجا جائے۔

02۔ محمد اشرف سلیم، سابق پرنسپل قرآن کالج، لاہور

قراردادِ مقاصد پاس ہونے اور آئین پاکستان کا حصہ بننے کے باوجود ابھی تک نہ صرف عوام الناس بلکہ اچھے خاصے باشعور لوگوں کی اکثریت اس بحث میں اُلجھی ہوئی ہے کہ محمد علی جناح (قائداعظم) نے پاکستان کیوں بنایا۔ اُن کی مختلف تقاریر کا حوالہ دے کر اپنی خواہشات کے مطابق معنی اخذ کیے جاتے ہیں۔ اس معاملہ کا کافی وشافی حل نہ بھی ہو لیکن 'ہندو مسلم نظریاتی کشاکش' میں قرآن اکیڈمی جھنگ کا نومبر 2014ء کا خصوصی نمبر سوا نیزے پر اس اہم موضوع کا کامل جواب فراہم کر دیتا ہے۔ کوئی پھر بھی نہ مانے تو اُس کی اپنی خواہشات اور رُجحانات باعث ہو سکتے ہیں۔ بہرحال اس طویل مکالمے میں موضوع سے متعلق پس منظر، پیش منظر اور مستقبل کی چارہ گری سب کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ اتنی کم قیمت میں اتنا اہم مواد اور وہ بھی مکمل ومجمل ملنا ناممکن سا لگتا ہے۔

03۔ روزنامہ اسلام لاہور، 10 جنوری 2015ء

ہندو مسلم آویزش ایک قدیم معرکہ ہے اور یہ اس وقت سے جاری ہے جب مسلمانوں نے اس برصغیر میں قدم رکھے تھے۔ اگرچہ ''امن کی آشا'' کے اس دور میں ہماری نسل ہندو مسلم آویزش کو فراموش کر چکی ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ زمانہ حال میں یہ فکری نظریاتی جنگ ختم ہو چکی ہے، پاکستان کا وجود ہی اس کشمکش کا سرِ عنوان ہے ہندو دھرم اپنے عقائد، نظریات، رہن سہن، اکل وشرب، سماجی روایات اور خاندانی رسوم...... ہر اعتبار سے ایک مختلف دھرم ہے۔

زیر تبصرہ اشاعتِ خاص میں اسی اختلاف، بیگانگی اور تقسیم کا جائزہ لیا گیا ہے۔ دس ابواب پر مشتمل اس خاص نمبر میں جنوبی ایشیائی ممالک پاکستان، بھارت، ملائیشیا، انڈونیشیا تک پھیلی ہندو مسلم کشمکش کا جائزہ ہمیں بتاتا ہے کہ ہندو مسلم میں روایتی طور پر کیا فرق ہیں؟! باب اول، تمہید طولانی، کے عنوان سے ہے اور اس کے تحت ''ہندو تاریخ کے آئینے میں۔'' خدا شناس اور

انسان دوست تاریخ نگاری"۔خداشناسی اور خدا بیزاری" باب نمبر دوم میں "ہند، ہندی اور ہندوستان"۔ "تاریخ کا مطالعہ"۔"دیوار برہمن"۔ باب نمبر چار میں "ہندو تہذیب وثقافت"۔"فن تعمیر"۔ "اکل وشرب"۔"معاشرے کے کمزور طبقات سے رویہ"،"مسلمانوں سے رویہ"۔باب نمبر پانچ میں "ہندواور ہندو روایات پر آریہ کے اثرات"۔"جنوبی ایشیاء کی اقوام"،"آریہ اور ہندو"، جیسے عنوانات خاصے کے مضامین شامل ہیں۔باب نمبر آٹھ اس اعتبار سے اہمیت کا حامل ہے کہ اس میں تحریک آزادی میں ہندو اور مسلم کردار کا خصوصی جائزہ لیا گیا ہے۔اس باب کے مطالعے سے ذہن کی بہت سی پرتیں کھل جاتی ہیں اور جنوبی ایشیاء خصوصاً پاک و ہند میں اس نظریاتی کشمکش کی ایک واضح تصویر سامنے آجاتی۔ ماہنامہ "حکمت بالغہ" کے مدیر نے مذکورہ موضوعات پر ایک مضبوط ،توانا اور اثر انگیز مواد پیش کیا ہے، انداز واسلوب دانشورانہ ہے،موضوع سے مکمل انصاف کیا گیا ہے۔ہندو مسلم موضوع سے دلچسپی رکھنے والے احباب کے لئے ایک گراں قدر تحفہ ہے۔

اعلان

ماہنامہ صفدر لاہور

محقق اہل سنت، وکیل صحابہ واہل بیت،

حضرت مولانا **محمد نافع** رحمۃ اللہ علیہ (فاضل دیوبند،مصنف 'فوائد نافعہ و رحماء بینھم)

کی یاد میں **خصوصی اشاعت** کا اہتمام کر رہا ہے،

حضرت کے تلامذہ، متعلقین، محبین ،مستفیدین اور منتسبین اپنے تأثرات،تعزیتی پیغامات اور مضامین و مقالات درج ذیل پتہ پر ارسال فرمادیں، نیز جن حضرات کے پاس حضرت کے مکتوبات ،ملفوظات، اِفادات یا کسی بھی قسم کی تحریرات محفوظ ہوں وہ ان کی صاف ستھری فوٹوسٹیٹ ارسال فرمائیں۔ان شاء اللہ ان کے شکریہ کے ساتھ شامل اشاعت کی جائیں گی۔جزاکم اللہ احسن الجزاء

مولانا احسن خدامی، مکان نمبر 4،گلی نمبر 84،محلّہ سردار پورہ، اچھرہ، لاہور 0334-0312-4612774

مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ

کی مطبوعہ کتاب

تعمیر سیرت و کردار

سیرت و کردار کے بعض مخفی گوشوں کی تعمیر کا فلسفہ

کے 15 ابواب کے الگ الگ کتابچے چھپ گئے ہیں

1	هُوَ اجۡتَبٰکُمۡ (اُس نے تمھیں چن لیا ہے)	2	راہِ نجات
3	ذکر اللہ	4	حقیقت عمل صالح
5	رمضان المبارک کے روزے اور جہاد و قتال	6	حدود اللہ کی حفاظت
7	نکاح شادی اور نمازِ پنجگانہ	8	خواتین کا جہاد
9	ختم نبوت میں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کا پہلو	10	شہادت علی الناس اور مقامِ شہادت
11	تعمیرِ سیرت، اسمائے حسنٰی، حسن تخلیق	12	مجاہدانہ لائف سٹائل
13	تعمیرِ سیرت و کردار اور تقربِ الٰہی	14	اصلاحِ احوال کا واحد ذریعہ توبہ ہی ہے
15	ایمان بالآخرت اور اس کے مراحل		

تعمیر سیرت و کردار

مکمل کتاب مجلد قیمت: 450 روپے

15 ابواب کے سیٹ کی قیمت: 610 روپے

انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ

کے قیام کا مقصد

منبع ایمان......اور......سرچشمہ یقین

قرآنِ حکیم کے علم و حکمت کی

وسیع پیمانے پر......اور......اعلیٰ علمی سطح

پر تشہیر واشاعت ہے

تاکہ اُمتِ مسلمہ کے فہیم عناصر میں

تجدیدِ ایمان کی ایک عمومی تحریک برپا ہو جائے

اور شاید اس طرح رسالتِ محمدی ﷺ کی منطقی انتہاء یعنی

اسلام کی نشأۃِ ثانیہ......اور......غلبۂ دینِ حق کے دورِ ثانی

کی راہ ہموار ہو سکے

وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰه (القرآن)